بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ طریقت، شریف العلما حضرت علامہ شاہ

محمد ایوب شریف القادری قدس سرہ

کی حیات و خدمات کے اچھوتے گوشوں پر مشتمل کتاب مستطاب بنام

حیات شریف العلما

حصہ دوم

جمع و ترتیب

مولانا کمال احمد علیمی نظامی

استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

ناشر

مجلس ایوبی، پپراکنک، کشی نگر، یوپی

نام کتاب : **حیات شریف العلما (حصہ دوم)**

جمع وترتیب : مولانا کمال احمد علیمی نظامی
دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

معاون مرتب: مولانا غلام سید علی علیمی نظامی
دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

تصحیح ونظر ثانی : عمدۃ المحققین صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی
ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

طبع باراول : بموقع عرس قادری ایوبی ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء

صفحات : ۱۹۲

ناشر : مجلس ایوبی، پیراکنک کشی نگر، یوپی

مشمولات

اپنی باتیں

از قلم: شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی

خانقاہِ قادریہ ایوبیہ، پپراکنک، کشی نگر، اترپردیش علمی حلقوں میں اب محتاجِ تعارف نہیں، اسے اکابرینِ امت اور علمائے شریعت کی سرپرستی حاصل ہے، جبھی تو پندرہ سال کی قلیل مدت میں اس خانقاہ کے زیرِ اہتمام کئی ایک کامیاب سیمینار و کانفرس منعقد ہوئے اور تقریبًا درجن بھر کتابیں شائع ہوکر منظرِ عام پر آئیں، جن میں ''انوارِ امام اعظم'' اور ''انوارِ امام احمد رضا'' قابلِ ذکر ہیں، جو بالترتیب ''امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس'' اور امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس'' میں پیش کیے گئے گراں قدر مقالات کا مجموعہ ہیں۔

اس خانقاہ کے روحِ رواں والد گرامی وقار، مرشدِ برحق، شریف العلما، حضرت علامہ شاہ محمد ایوب شریف القادری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء۔ وفات ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۵ء) ہیں، آپ پوری زندگی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دینِ متین کی بے لوث خدمات انجام دیتے رہے، ایک باکمال مدرس ہونے کی وجہ سے جہاں آپ نے ہزاروں طالبانِ علومِ نبویہ کو جامِ علم وحکمت سے سیراب کیا، وہیں ایک بافیض مرشد طریقت ہونے کے باعث سیکڑوں گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا، ایک کامیاب منتظم ہونے کے ناطے آپ نے ''جامعہ رضویہ شمس العلوم'' جیسا عظیم الشان دینی قلعہ قوم کو عطا فرمایا اور ایک بااثر خطیب ہونے کے سبب لاکھوں عوامِ اہلِ سنت کی صلاح وفلاح اور ان کی اصلاح کا زریں کارنامہ انجام دیا۔

آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی انجام دہی میں آپ تاحیات مصروفِ عمل رہے، بلکہ پپراکنک اور قرب وجوار میں جو بھی دین داری اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی روشنی پائی جاتی ہے وہ آپ ہی کاوشوں اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

آپ کے وصالِ پُرملال کے بعد ہم سبھی بھائیوں نے آپ کی تعلیمات وارشادات، تصنیفات وتالیفات اور خطبات ومقالات کو شائع کرنے اور انھیں عوام الناس تک پہنچانے کا عزمِ مصمم کیا اور اس کے لیے ہم نے عصرِ حاضر کے جلیل القدر علما ومشائخ کی سرپرستی میں ”مرکز مجلسِ ایوبی“ کی بِناڈالی، اور پندرہ سال کی قلیل مدت میں اسی سلسلے کی کئی ایک کڑیاں ”مجلس ایوبی“ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئیں اور مقبول بھی ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب ”حیات شریف العلما، حصہ دوم“ آپ کے مطالعہ کی میز پر ہے، اس سے پہلے ۲۰۱۷ء میں اس کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی اور عوام الناس میں کافی مقبول ہوئی تھی، ان دونوں جلدوں کی ترتیب کا طریقۂ کار یہ ہے کہ پہلے حضرت شریف العلما کے خلفا، مریدین اور معتقدین سے ملاقات کر کے ان سے متعلق بیانات، تاثرات، چشم دید واقعات اور احساسات ریکارڈ کر کے محفوظ کیے گئے، پھر بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اسے نہایت سلیس اور رواں زبان کے قالب میں ڈھال کر عوام الناس کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس کارِ خیر کو دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی کے ایک باکمال مدرس حضرت علامہ مولانا کمال احمد علیمی صاحب قبلہ نے بڑی جانفشانی سے انجام دیا ہے، حضرت مولانا غلام سید علی علیمی صاحب قبلہ، استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور، بھی اس کارِ خیر میں معاون مرتب کی حیثیت سے برابر کے شریک رہے، رب کریم ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔

ان مراحل کے بعد اب کتاب آپ حضرات کے سامنے ہے، ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہیں؟ اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں، ہاں! اگر اس میں کوئی خامی نظر آئے، تو آپ مجلس کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے۔

میں، صدر العلما، عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔ رئیس التحریر، مفکرِ اسلام حضرت علامہ یٰس اخترٓ مصباحی صاحب قبلہ، بانی دار القلم نئی دہلی۔ محققِ مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد

نظام الدین رضوی صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ اور ادیبِ شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی، سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی و شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور کی بارگاہوں میں سراپا سپاس ہوں کہ آپ حضرات ہمیشہ مجھ پر مہربان رہتے ہیں، اور حوصلہ دے کر مجھ ناتواں کے کندھوں کو مضبوط فرماتے رہتے ہیں، ربِ کریم آپ حضرات کا سایہ ہم پر تادیر قائم فرمائے اور سعادتِ دارین سے شاد کام فرمائے۔

اخیر میں، میں اپنے برادرانِ طریقت، مریدین و متوسلین اور خانقاہ سے وابستہ سبھی افراد کا تہِ دل سے مشکور ہوں، جن کے تعاون اور حوصلہ افزائیوں سے یہ سارے کام انجام پاتے ہیں، رب العلمین سبھی کی خدمات کو قبول فرمائے، سبھی کے کاروبار میں برکتیں عطا فرمائے، دین و دنیا کی سعادتوں سے مالامال فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہِ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی
سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ ایوبیہ
رضا نگر، پپرا کنک، کشی نگر

عرض مرتب

"حیاتِ شریف العلما" کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے ۲۰۱۷ء میں اس کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی، الحمد للہ! عوام و خواص سب نے اسے پسند بھی کیا، اور اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کی فرمائش بھی کی، مسلسل تدریسی و تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے دوسری جلد کو قابل اشاعت بنانے میں تین سال کا طویل عرصہ لگ گیا، اللہ کا شکر ہے کہ یہ دوسری جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔

اللہ والوں کی ذات و صفات پر رب تعالیٰ کی خصوصی نگاہ کرم ہوتی ہے، وہ خود کو اللہ کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں، اس لیے وہ خدائی صفات کا مظہر بن جاتے ہیں، ان کی ہر ادا سے اللہ جل شانہ کی عظمتوں کا اظہار ہوتا ہے، عشق رسالت میں ڈوب کر شریعت و سنت کے سانچے میں ایسے ڈھل جاتے ہیں کہ ان کا ہر عمل سنت رسول کا آئینہ دار ہوتا ہے، ان کا نقش پا اوروں کے لیے مشعل راہ اور ان کا حال و قال دوسروں کے لیے رشد و ہدایت کا سامان ہوتا ہے، انھیں اللہ والوں میں ماضی قریب کی ایک شخصیت خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ صوفی محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کی ہے، جو سلسلہ تیغیہ اور سلسلہ رضویہ دونوں کے فیوض و برکات کا مجمع البحرین تھے، کثیر خلق خدا ان کے دست حق پرست پر بیعت کر کے متبع شریعت بن گئی، آپ کے اکثر مریدین کے اندر یہ امتیازی وصف پایا جاتا ہے کہ وہ شریعت کے پابند اور دین کے تقاضوں پر کاربند ہوتے ہیں، مریدین کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں مگر جو ہیں سب اپنے مرشد کی عقیدت میں پکے اور شریعت و سنت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

ایسے اللہ والے کی حیات طیبہ کو عوام کے سامنے لانے کی ضرورت تھی، محب گرامی، جانشین حضور شریف العلما نے اس کارِ عظیم کا بارِ گراں مجھ ناتواں کے کندھے پر ڈالا، طریقۂ کار یہ طے پایا کہ حضرت کے جو خلفا، تلامذہ اور مریدین و معتقدین ہیں، پہلے ان سے بالمشافہہ

ملاقات کرکے معلومات کو ریکارڈ کرکے محفوظ کر لیا گیا، پھر سلیس اردو زبان میں اسے تحریری شکل دی گئی، الحمدللہ! اس کام میں زیادہ وقت نہیں لگا، اور اس کی پہلی جلد منظر عام پر آگئی، کام بہت مشکل تھا، مگر حضور شریف العلما کی نگاہِ فیض نے اسے آسان بنا دیا۔

اس کام کی تحریک سب سے پہلے صدر العلما، خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے کی، پہلی جلد کی اصلاح فرمائی اور اس پر اپنی تقریظ رقم فرماکر اس کو مستند و معتبر بنا دیا، دوسری جلد بھی حضرت کی اصلاح کے ساتھ شائع کی جارہی ہے، یہ حضرت کی غایت درجہ نوازش اور حضرت حافظ شاہ سبطین رضا قادری ایوبی پر اعلیٰ درجہ شفقت ہے کہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس کام کے لیے حضرت نے ہمیں اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر اپنے عزیز از جان دوست حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور کا شکریہ نہ ادا کروں، جنھوں نے معاون مرتب کی حیثیت سے اس کتاب کو اس لائق بنایا، کمپوزنگ، کرکشن اور دیگر اہم کام انجام دیے۔

خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جانشین شریف العلما حضرت مولانا حافظ شاہ سبطین رضا قادری ایوبی اور ان کے برادران گرامی جن کی کوششوں سے یہ کام مکمل ہوا، ان شاءاللہ! اس سلسلے کی اگلی کڑی، **"حیات شریف العلما جلد سوم"** کے نام سے جلد اشاعت پذیر ہوگی۔

تقبل اللہ منا و منکم صالح الاعمال و بارك اللہ فینا و فیکم.

کمال احمد علیمی نظامی

بسم الله الرحمن الرحيم
قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد
١٤٣٤

مولانا محمد کونین رضا قادری ایوبی

نائب سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ ایوبیہ، رضا نگر، پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆میری خوش قسمتی
☆دوسرا حیرت انگیز خواب
☆حضرت سے میں نے پڑھا ہے
☆۱۹۸۳ء کا حج
☆پیپرا کنک کی ترقی
☆کچھ خاص محفلیں
☆محرم الحرام کے موقع پر خاص پروگرام
☆جانِ ایمان کی زیارت
☆چہرے کی چمک
☆تجھے جانا، تجھے مانا
☆آپ میرے سب کچھ ہیں
☆میں قبر سے تمھاری کفالت کروں گا
☆اندازِ خطابت
☆نماز کیسے پڑھیں
☆صبح کے معمولات
☆خطبہ جمعہ
☆اصلاح معاشرہ کانفرنس
☆حیرت انگیز واقعہ
☆حضرت کے مریدین
☆عجیب و غریب خواب
☆حضرت کے دور میں مدرسہ شمس العلوم
☆پیپرا کنک میں حضرت کی حیثیت
☆حضرت نے آخری عمرہ کیا
☆ہیضے کی وبا دور ہو گئی
☆پیپرا کنک میں حضرت کی عزت
☆آنکھوں دیکھی کرامت
☆نماز کی پابندی
☆نگاہِ بصیرت
☆نیکی کر دریا میں ڈال
☆دیارِ خواجہ میں حاضری اور حضرت کی نگاہِ باطن
☆عفو و درگزر
☆ہر وقت تصور میں مدینے کی گلی ہو
☆سلام محبت یوں پیش کرو
☆عشق رسالت
☆سب سے بڑی کرامت
☆رعب و جلال
☆امی کا خواب

میری خوش قسمتی

حضرت کو بچپن میں، میں کھانا وغیرہ کھلاتا تھا، حضرت اس وقت زیادہ تر جامعہ رضویہ شمس العلوم ہی میں رہتے تھے، تین ٹائم حضرت کو میں ہی کھانا کھلاتا تھا، کھانا کھانے کے دوران حضرت کچھ نصیحتیں فرمایا کرتے۔

عجیب وغریب خواب

حضرت نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب آپ بیمار تھے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، جامعہ کے تمام اساتذہ کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے حجرے کی چوکھٹ کو کیڑے کھا رہے ہیں، اس کی تعبیر کیا ہوگی، کسی نے کچھ نہیں بتایا، پھر حضرت ہی نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اب میری زندگی ختم ہونے والی ہے، اور جلد ہی میں اللہ کی بارگاہ میں چلا جاؤں گا۔

دوسرا حیرت انگیز خواب

حضرت نے انہی دنوں میں ایک خواب اور دیکھا، وہ یہ کہ مدرسے کے نئے ہاسٹل کے سامنے میلہ لگا ہوا ہے، جس میں بہت ساری دکانیں لگی ہیں، بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں داڑھی ٹوپی والے ہیں، اور بیچی جانے والی چیز کاجو، بادام ہے، حضرت نے اس کی تعبیر علما سے پوچھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت نے خود ہی اس کی تعبیر بتائی کہ دیکھیے بیچنے والے مدرسین ہیں، خریدنے والے طلبہ ہیں اور جو کاجو بادام بیچا جا رہا تھا اس سے مراد علم دین ہے۔

حضرت کے دور میں مدرسہ شمس العلوم کی شان

حضرت نے مدرسہ رضویہ شمس العلوم کو اپنے خون پسینے سے سینچا، اور اس کی تعمیر وترقی

کے لیے پوری زندگی وقف فرمادی، قابل فخر اساتذہ کا انتخاب کیا، حالات کے تحت وہ اساتذہ بھلے ہی کھل کر کام نہ کر پائے ہوں، مگر ان کی قابلیت میں کوئی شک نہیں ہے۔

یہ مدرسہ حضرت کے زمانے میں آپ ہی کی کوششوں سے گرانٹ پر آیا، ان کے خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ ہے کہ آج جامعہ شان وشوکت کے ساتھ موجود ہے، حضرت کے دور میں جامعہ میں چار سے پانچ سو تک کے طلبہ رہتے تھے، جگہ کی قلت کی وجہ سے طلبہ مسجدوں کے حجروں، برآمدوں اور دوسری جگہوں پر رہتے تھے۔

حضرت کو کمیٹی میں بڑا اہم عہدہ حاصل تھا، لیکن حضرت نے بغیر کسی لالچ کے مدرسے کے مفاد میں کام کیا۔

حضرت سے میں نے پڑھا ہے

میں نے حضرت سے بہت ساری کتابیں پڑھی ہیں، فارسی ادب کی ایک دو کتابیں پڑھی ہیں، حضرت نے بدایۃ الصرف، بدایۃ النحو وغیرہ زبانی یاد کرایا تھا۔

اسی موقع پر حضرت بڑی حیرت سے فرماتے کہ اگر حاجی ابراہیم صاحب نے مجھے مسجد کی خطابت وامامت کی ذمہ داری نہ دی ہوتی تو آج میں ایک اچھا مدرس ہوتا، حاجی صاحب نے پیرا کنک کی قیادت میرے ذمہ نہ کی ہوتی تو میں آج ہندوپاک کے بڑے علما میں شمار ہوتا۔

حضرت نے پڑھانے کے دور میں مجھے بتایا کہ یہ بدایۃ الصرف اور بدایۃ النحو حضرت علامہ مفتی افضل حسین صاحب مونگیری کی کتاب ہے، ان کی بڑی اونچی شان تھی، مفتی صاحب نے دوران تعلیم ایک بکری پال رکھی تھی، اسی کو اپنا سبق سناتے تھے، مفتی صاحب نے حصول تعلیم میں بڑی محنت فرمائی، اور اسی محنت کا صلہ تھا کہ دنیائے علم میں آپ کو بحر العلوم کے تاج زریں سے سرفراز کیا گیا، طلبہ کو انھیں کی طرح محنت کرنی چاہیے۔

دوران تعلیم حضرت کتابوں کا اجرا کرواتے، قواعد کی کتابیں بڑی توجہ سے پڑھاتے تھے۔

حضرت سے میں نے عرض کیا کہ کاش آپ پہلے ہی سے ہم سب کو اسی طرح سے

پڑھاتے، تو آج ہم بھی کسی لائق ہوتے، حضرت اس پر افسوس کا اظہار فرماتے۔

حضرت کی مصروفیت ہم سب دیکھتے تھے، صبح کہیں تو شام کہیں، کئی کئی مہینے تو یہیں بغل کے مدرسے میں رہ کر اپنے گھر جو مدرسے سے متّصل تھا اس میں نہیں جاتے تھے، کہیں باہر جاتے تو ہم سب کو کسی عالم کی نگرانی میں کر جاتے، یہ کہ کر کہ حضرت ہمارے بچوں کی دیکھ ریکھ کیجیے گا، اور پھر چلے جاتے، اس طرح سے ہم سب والد صاحب کی خاص توجہ اور نگاہ عنایت سے محروم رہے۔

بہت سارے لوگ ہم سب پر طعن و تشنیع کرتے کہ دیکھو یہ سب پیر صاحب کے لڑکے ہیں، پیر صاحب ان پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت اپنے بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے، اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، ہم سب اپنے والد صاحب سے بے حد خوش تھے، کسی بات کی کوئی تکلیف نہیں تھی، آپ کی مصروفیات دیکھ کر ہم خود ہی سمجھ جاتے کہ حضرت ہمیں زیادہ وقت کیوں نہیں دے پاتے ہیں۔

پپرا کنک میں حضرت کی حیثیت

پپرا کنک میں جب تک حضرت رہتے، ہر چھوٹا بڑا کام انھیں کے مشورے سے ہوتا، شادی ہو غمی، ہر ایک موقع پر آپ سب کے ساتھ موجود رہتے تھے، سکھ دکھ میں ہاتھ بٹاتے، جھگڑے ہوتے تو حضرت فیصلہ فرماتے تھے، شادی وغیرہ حضرت کی رضامندی کے بعد ہی طے کی جاتی، کوئی بھی تقریب ہو حضرت کا موجود ہونا ضروری خیال کیا جاتا۔

۱۹۸۳ء کا حج

۱۹۸۳ء میں حضرت نے اپنا پہلا حج پپرا کنک سے کیا تھا، اس وقت حضرت کو حج کے لیے روانہ کرنے کے لیے پورا علاقہ امڈ پڑا تھا، ایسا شاندار جلوس میں نے نہیں دیکھا، لوگ دیوانگی

میں مچل رہے تھے، یہاں سے فاضل نگر کتنی دور ہے مگر فاضل نگر تک آپ کے اوپر گلاب کے پھولوں کی بارش کی گئی تھی، نعرۂ تکبیر و رسالت اور نعت مصطفی کی چھاؤں میں جس طرف سے یہ کاروانِ شوق گزرتا لوگ محو حیرت ہو جاتے۔

مسلم تو مسلم ہیں غیر مسلم بھی حضرت کے الوداعی جلوس میں شریک ہوئے، انھوں نے اپنے رومال، عورتوں کی ساڑیاں اور دیگر چیزیں روڈ پر بچھا دیے تاکہ حضرت اس پر قدم رکھ کر چل دیں، اور آپ کا فیض سب کو مل جائے۔

حضرت نے آخری عمرہ کیا

جب حضرت اپنا آخری عمرہ کر کے واپس آئے تو ممبئی خانقاہ میں اپنے مریدوں سے فرمایا کہ اگر مدینہ شریف سے اجازت نہ ملتی تو میں واپس نہ آتا۔

پپرا کنک کی ترقی

حضرت جس وقت پپرا کنک میں پڑھ کر آئے اس وقت یہاں کا بہت برا حال تھا، بے روز گاری عام تھی، برائیوں کا عروج تھا، لڑکے تاش اور جوا میں پھنسے ہوئے تھے، رات رات بھر لوگ جوا بازی اور شراب نوشی میں غرق رہتے تھے، حضرت نے ان حالات کا بغور مشاہدہ فرمایا، رات کو گشت کے لیے نکلتے تھے، جسے دیکھتے اس کو ذہن میں بٹھا لیتے اور صبح اس کو اپنے کمرے میں بلواتے، بڑی نرمی سے اسے سمجھاتے، اسے دین کی تعلیم دیتے، فرماتے کہ روزانہ میرے پاس آیا کرو، تم دین و دنیا دونوں میں کامیاب رہوگے۔

اس طرح وہ لوگ جو برائیوں میں ڈوبے رہتے تھے، تائب ہو گئے، ان کی سمجھ میں بات آگئی، بہت سارے لوگ چھوٹا موٹا دھندا یا دکان کھول کر بیٹھ گئے، بہت سارے لوگ روز گار سے جڑ گئے، کئی ایک سعودی، دبئی وغیرہ چلے گئے، اس طرح سے ہمارا گاؤں خوش حال ہو گیا۔
جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا، حضرت کی دعاؤں سے وہ لوگ آج خوش حال زندگی

گزار رہے ہیں، میری ماں بیان فرماتی ہیں کہ جب سے حضرت یہاں پپرا کنک تشریف لائے تب سے یہاں قحط سالی نہیں آئی، پہلے غلہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا، آپ کے قدموں کی برکت سے کھیتوں میں کثرت سے اناج پیدا ہونے لگے۔

ہیضے کی وبا دور ہوگئی

ایک بار یہاں پپرا کنک میں ہیضے کی وبا عام ہوگئی، لوگ بہت پریشان تھے، ہمارے حضرت نے یہ صورت حال دیکھی تو بہت پریشان ہوئے، اس مسئلے کو حل کرانے کے لیے آپ سائیکل چلا کر غازی پور، دلدار نگر، رکسہاں اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضر ہوئے، ایسا لگا کہ پیر و مرشد پہلے سے انتظار کر رہے ہوں، طویل مسافت کے باوجود بھی پیر و مرشد نے فوراً واپس ہونے کا حکم دیا، دادا سرکار نے آپ کو ایک پرچی دی اور فرمایا کہ جاؤ راستے میں تمھیں ایک باغ ملے گا، وہاں باغ کے بیچ سے راستہ ہوگا، اس راستے پر چل کر جب بیچ جنگل میں پہنچوگے تو دو لوگ ملیں گے، ان کے ساتھ ہو جانا اور ان سے کہنا کہ یہ خط تمھارے سردار کے نام ہے، اور کچھ دور ان کے ساتھ چلنا، پھر راستے میں خط ان کو دینا، اور جب سرداروں کی محفل نظر آئے تو فوراً واپس ہو جانا۔

ایک بار دادا سرکار سے حضرت نے پوچھا کہ حضور وہ کون لوگ تھے، جو باغ میں تخت نشیں تھے، دادا سرکار نے فرمایا کہ وہ سب کے درمیان بیٹھے ہوئے بزرگ در حقیقت فرشتوں کے سردار تھے، اور اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے لوگ فرشتے تھے، ان میں کچھ رحمت کے اور کچھ عذاب کے تھے، ان بزرگ نے وہ پرچی دیکھ کر عذاب کے فرشتوں سے فرمایا کہ یہاں سے جلد عذاب ہٹا لو، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

کچھ خاص محفلیں

میرے حضرت کی کچھ خاص محفلیں ہوتی تھیں، ایک تو ربیع الاول شریف کے موقع پر،

دوسرے چھٹی رجب کو عرس خواجہ غریب نواز اور تیسرے عرس رضوی کے موقع پر۔

ان سب محفلوں میں عجیب روحانیت کا احساس ہوتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ صاحب عرس خود شریک محفل ہوں، ناقابلِ بیان لطف کا احساس ہوتا تھا بالخصوص ربیع الاول شریف میں تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم مدینہ طیبہ کی پر نور گلیوں میں ٹہل رہے ہیں۔

یہاں پیرا کنک میں پہلے ربیع الاول شریف کے موقع پر جلسہ جلوس کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا تھا، بس حاجی ابراہیم صاحب لوگوں کو بتادیا کرتے کہ فلاں دن ۱۲/ ربیع الاول پڑے گی، اس لیے لوگ اس تاریخ کو گھر ہی پر فاتحہ وغیرہ کروالیتے تھے، مگر جب سے حضرت یہاں سرگرم عمل ہوئے، تب سے ربیع الاول شریف کے موقع پر خصوصی اہتمام ہوتا تھا، شاندار جلوس نکلتا تھا، اس جلوس میں حد درجہ ادب اور اسلامی وضع قطع کا خیال رکھا جاتا تھا، حضرت خود ہی جبہ صافہ اور چھڑی کے ساتھ جلوس کے آگے چلتے تھے، پیچھے لوگ نعت شریف بالخصوص کلام اعلیٰ حضرت پڑھتے ہوئے چلتے تھے، حضرت کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں، اتنا روتے کہ آپ کے جبہ کا اوپری حصہ تر ہوجاتا، فرط شوق میں ڈوب جاتے، اور جو کچھ روپیہ پیسہ ہوتا دونوں ہاتھوں سے لٹاتے جاتے تھے، ہم لوگ حیرت کرتے کہ اتنا پیسہ کہاں سے لاتے ہیں۔

اس وقت پورا علاقہ اس جلوس میں شریک ہوتا۔

پیرا کنک میں حضرت کی عزت

جس طرح سے حضرت لوگوں کے سکھ دکھ میں شریک رہتے تھے، اسی طرح سے وہاں کے لوگ بھی آپ پر جان چھڑکتے تھے، آپ کے ہر قدم پر آپ کو طاقت فراہم کرتے، آپ کے پیچھے چلنے میں فخر محسوس کرتے تھے، مگر حالات کبھی بھی ایک جیسے نہیں رہتے تھے، یہاں کے لوگ بھی بدلتے گئے، اور بعد کے حالات کس طرح انقلاب پذیر رہے یہ آپ سب کو معلوم ہے۔

محرم کے موقع پر خاص پروگرام

محرم کے موقع پر حضرت کا دس روزہ بیان ہوتا تھا، ہم لوگ اہتمام سے ان بیانات کو سنتے تھے پہلے ہی سے تیار ہوکر مجلس میں پہنچتے، اور آگے بیٹھ کر بیان سنتے، حضرت کے بیان کا انداز بڑا نرالا ہوتا، پہلے دن حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے تقریر کا آغاز ہوتا پھر حضرت فاطمہ الزھرا رضی اللہ عنھا، پھر دیگر اہل بیت کے ساتھ چاروں خلفا اور پھر ترتیب وار دیگر واقعات شہادت بیان فرماتے۔

ان کی تقریر بڑی دل پذیر، موثر، اور معلوماتی ہوتی تھی، ویسی تقریر میں نے آج تک نہیں سنی، کربلا کا منظر اس طرح پیش فرماتے کہ میدان جنگ کا پورا منظر سامنے آجاتا، ہر کوئی رونے لگتا، اور پتھر دل بھی رونے پر مجبور ہو جاتا۔

آنکھوں دیکھی کرامت

محرم الحرام کی دسویں تاریخ تھی، حضرت تقریر فرما رہے تھے، اچانک بادل چھا گئے، اور ایک دو بوندیں بھی پڑیں، حضرت نے غضبناک نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا، اور فرمایا کہ اے بادلو! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں شریف القادری بول رہا ہوں، ٹھہر جاؤ، ابھی برسنا نہیں، میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ بادل تھم گئے، بارش رک گئی، اور اس طرح سے اللہ کے ایک بندے کی زبان پوری ہوئی۔

پروگرام ختم ہوتے ہی بارش شروع ہوئی، لوگ بھیگتے ہوئے گھر واپس گئے۔

یہ پیرا کنک میں حضرت کی آخری تقریر تھی اس کے بعد آپ ممبئی میں تقریر کرنے لگے۔

جانِ ایمان کی زیارت

رمضان المبارک کی ستائیسویں رات تھی، حضرت کی کوششوں سے اس دور میں ہر مسجد میں اس رات میں ذکر کی مجلسیں ہوتی تھیں، جس میں ہر کوئی شریک ہوتا تھا، جہاں بڑی تراویح

ہوتی تھی، وہاں ختم قرآن کی مجلس ہوتی، حضرت ایک رمضان کی ستائیسوں شب کو مسجد سے گھر تشریف لائے، ہماری والدہ ماجدہ سے پانی طلب کیا، والدہ پانی لے کر آئیں تو کمرہ اندر سے بند پایا، بہت دیر تک کھڑی رہیں، پھر وہاں سے ہٹ گئیں، صبح کے وقت دروازہ کھلا، حضرت بہت خوش تھے، والدہ نے پوچھا کیا بات ہے، میں پانی لے کر دروازے پر کھڑی تھی، آپ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا؟ حضرت نے فرمایا، آج میری قسمت بیدار ہوگئی، میں نے دیکھا کہ میرے غریب خانے پر تاجدار کائنات ﷺ، حضرت مولاے کائنات علی مشکل کشار ضی اللہ عنہ، اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست پاک میں کلام مجید ہے، انھوں نے قرآن پاک مجھے دیا، سرکار دو عالم ﷺ نے سورہ والضحیٰ کی تلاوت کا حکم دیا، میں نے تلاوت کی، سب نے مجھے دعائیں دیں، اور مبارک باد دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔

میں نے خود محسوس کیا کہ حضرت نماز فجر میں جب سورۂ والضحیٰ کی تلاوت فرماتے تو سب مسحور ہو جاتے، اس سورہ کی تلاوت بالکل الگ ہی انداز میں ہوتی، اور اس وقت روحانیت کا عجیب سا احساس ہوتا تھا۔

نماز کی پابندی

میں نے جہاں تک دیکھا ہے حضرت کو کبھی نماز ترک کرتے ہوئے نہیں پایا، ہمیشہ پابندی سے نماز ادا فرماتے۔

چہرے کی چمک

ہمارے والد صاحب کے ایک ماموں تھے جن کا نام مولوی شوکت تھا، حضرت کی وفات کے بعد انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ میں سائیکل سے جامعہ رضویہ شمس العلوم پر آیا ہوں، وہاں میں نے سائیکل کھڑی کی، اور حضرت کے کمرے کی طرف گیا، وہاں کمرے میں جاکر دیکھا کہ ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک مرد نورانی

سفید چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما ہیں، سامنے ایک شخص نیاز مندی کے ساتھ دست بستہ کھڑا ہے، نہ تو میں نے اس طرح کا نورانی منظر کہیں دیکھا ہے نہ ویسی نورانی چمک دار چادر اور نہ ہی ویسا نورانی چہرہ۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ بابو وہ جو چادر چمک رہی تھی وہ اس لیے کہ حضرت مولانا شریف القادری ہمیشہ صاف ستھر الباس زیب تن کرتے تھے، اور چہرہ کی چمک دراصل وضو کی برکت سے تھی، میں نے دیکھا ہے کہ یا تو حضور مفتی اعظم ہند وضو فرماتے تھے یا پھر بابو شریف القادری۔

نگاہِ بصیرت

حضرت کی اندرونی قوت بینائی اتنی مضبوط تھی ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی مشاہدہ فرما لیا کرتے تھے، اگر کہیں میرا جانا ہوتا تو واپسی پر بتا دیتے کہ کہاں کس کے پاس بیٹھے تھے، کس سے بات چیت کی تھی۔

ایک بار حضرت نے مجھے مار دیا، میں غصہ ہو کر یہیں پر ایک درگاہ ہے شکر اللہ بابا کی، وہیں پر چلا گیا، ادھر حضرت نے مجھے تلاشنے کے لیے کچھ لوگوں کو موٹر سائیکل سے بھیج دیا، میں ادھر سے واپس آرہا تھا، کہ راستے میں میری ملاقات ان لوگوں سے ہوگئی، وہ لوگ مجھے لے کر حضرت کے پاس آئے، حضرت نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا، پھر فرمایا کہ کہاں گئے تھے، مستان کے پاس، وہ تمھیں کیا دے دیں گے، تمھارا باپ بادشاہ ہے، مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو، اس وقت میں ڈر سے کانپ رہا تھا، مجھ سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

تجھے جانا، تجھے مانا

جب حضرت کی طبیعت خراب رہتی تھی، اس وقت عموماً حضرت ممبئی میں خانقاہ میں رہتے تھے، ایک بار حضرت نے مجھے چائے لانے کے لیے کہا، میں لے کر واپس آیا تو دیکھا کہ

خانقاہ کا دروازہ پکڑ کر رو رہے ہیں، اور بار بار اعلیٰ حضرت سرکار کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

تجھے جانا تجھے مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یہ ایک وجد کی کیفیت تھی، جو تھوڑی دیر بعد دور ہوگئی، عموماً وجد میں ایسا ہی ہوتا تھا۔

نیکی کر دریا میں ڈال

ایک بار ممبئی میں، میں حضرت کی خدمت کر رہا تھا، رات کے بارہ بج رہے تھے، حضرت کی طبیعت خراب تھی، اچانک میں سوچنے لگا کہ یا اللہ میرے حضرت ایک عالم ہیں، امام ہیں، پیرو مرشد ہیں، اللہ کے نیک بندے ہیں، پھر یہ بیمار کیوں ہیں؟ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے، اور کہنے لگے، نیکی کر دریا میں ڈال، نیکی کر دریا میں ڈال، بار بار یہی دہراتے رہے، پھر فرمایا کہ دیکھو میری نیکیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ مجھے قبر میں دے گا، اور دنیا میں تم لوگ اچھے رہو گے۔

یہ سرکار کی دعا تھی کہ آج ہم سب بہت بہتر زندگی گزار رہے ہیں۔

آپ میرے سب کچھ ہیں

سرکار نے میری شادی کرنی چاہی، مجھ سے پوچھا کہ تمھیں شادی منظور ہے، میں نے عرض کیا، سرکار آپ میرے سب کچھ ہیں، آپ جو چاہیں کریں، حضرت بہت خوش ہوئے، شادی سے پہلے حضرت نے کچھ پیسہ دیا کہ جاؤ بازار سے کپڑا وغیرہ لے آؤ، میں لے کر آیا، شادی ہوگئی، شادی میں جو پیسہ ملا تھا از راہ تفریح حضرت نے وہ پیسہ مجھ سے لے لیا، پھر والدہ وغیرہ کے کہنے پر واپس کر دیا۔

دیارِ خواجہ میں حاضری اور حضرت کی نگاہ باطن

شادی کے بعد میں نے اجمیر شریف حاضری کا ارادہ کیا، حضرت سے اجازت لے کر

اجمیر شریف حاضر ہوا، وہاں پر جاکر میں نے خواجہ صاحب سے رو رو کر صرف یہی دعا مانگی کہ سرکار میں اپنے والد صاحب کی زیادہ سے زیادہ خدمت کروں، مجھے زیادہ سے زیادہ موقع ملے کہ میں آپ کی خدمت کر سکوں، پائیتں کھڑے ہو کر میں نے بس یہی دعا مانگی، حاضری دے کر واپس گھر آیا، والد صاحب ہی نے دروازہ کھولا، دیکھتے ہی فرمانے لگے، اچھا خواجہ صاحب سے یہی مانگنے گئے تھے کہ میں اپنے والد صاحب کی خوب خدمت کروں، چلو آؤ، دیکھتے ہیں کہ تم کتنی خدمت کرتے ہو، باپ رے، ایسی خدمت کروائی کہ حالت خراب ہو گئی، پاؤں دباتے دباتے ہاتھ دکھنے لگتے، مگر حضرت کی محبت ایسی غالب تھی کہ بس ساری تکلیفیں آسان لگتیں۔

حضرت سے ایسی محبت ہوگئی، کہ، ایک بار ممبئی ہی میں حضرت خانقاہ میں تھے، بیمار تھے اس لیے پیشاب ایک برتن میں فرماتے تھے، مجھ سے کہا اسے پھینک آؤ، میں لے کر پھینکنے چلا، مجھے اس صحابی رسول کا طرز عمل یاد آگیا جنھوں نے رسول کریم ﷺ کا بول مبارک پی لیا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت ساری برکتیں نصیب ہوئیں، میں نے یہی سوچ کر حضرت کا پیشاب پینا چاہا، ادھر حضرت حجرے کے اندر تھے، وہیں سے بلند آواز میں فرمایا، ارے پھینک دے کونین، پھینک دے، پھینک دے ورنہ تباہ ہو جائے گیا، پاگل ہو جائے گا، حضرت یہی بار بار دہراتے رہے، میں نے آپ کے لحاظ میں اس کو پھینک دیا، واپس آیا، حضرت نے فرمایا بیٹا میں ایک عالم ہوں، میں شرعاً مکلف ہوں، میں کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ میرا بیٹا میرے سامنے دیوانہ ہو جائے، اگر آج پی لیتے تو دیوانہ ہو جاتے، ممبئی کے لوگ تم پر پتھر مارتے اور اپنی زندگی میں، میں اس بات کو دیکھ نہیں سکتا۔

حضرت سمجھاتے رہے کہ دیکھو ہر چیز کے اندر ایک متعیّن وزن اٹھانے کی صلاحیت ہوتی ہے، اس سے زیادہ وزن اس پر ڈالو گے تو وہ چیز نہیں اٹھا پائے گی، تمھارے اندر جتنی صلاحیت ہے اتنا تم حاصل کر چکے ہو، اب اس سے زیادہ بوجھ تم نہیں اٹھا سکو گے، میں اپنی قبر میں چلا جاؤں گا تو بھی تم کو نواز تا رہوں گا، بس عقیدت رہنی چاہیے۔

میں قبر سے تمھاری کفالت کروں گا

ایک بار حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نہ تو کماتا ہوں، نہ ہی میرے پاس کوئی ذریعۂ معاش ہے، میں شادی بھی کر چکا ہوں، اپنے بال بچوں کو کیسے کھلاؤں گا، حضرت نے فرمایا فکر مت کرو، میں قبر سے کھلاؤں گا، الحمد للہ !آج میری اور میرے بھائیوں کی کفالت حضرت قبر ہی سے فرما رہے ہیں چاہے جتنا غم ہو، چاہے جو تکلیف ہو، بس مزار پر جا کر بیٹھ جاتا ہوں، سب رنج وغم دور ہو جاتے ہیں۔

عفو و درگزر

بعض دفعہ میں نے حضرت کو بہت تکلیف دی، مگر حضرت مجھ سے اتنی محبت فرماتے تھے کہ معاف فرما دیتے۔

ایک بار حضرت نے مجھے حضرت مولانا کوثر صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کے مدرسے میں پڑھنے کے لیے جہاں گیر گنج بھیجا، وہاں پر اس وقت مولانا ظفر الدین وغیرہ مصروف تعلیم تھے، پڑھائی میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا، اس لیے بھاگ کر واپس گھر آگیا، جس وقت واپس گھر پہنچا، اس وقت حضرت چارپائی پر آرام فرما رہے تھے، میں قریب گیا، غصے میں پیر سے مار کر بھگانے لگے، میں کھڑا رہا، وہاں سے ہلا نہیں، بس حضرت کے غصے کے ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا، آخر کار ارشاد ہوا، چائے لے کر آ، میں سمجھ گیا، اب معاملہ ختم، دوڑ کر گیا، چائے لایا، حضرت نے سمجھایا، اور فرمایا کہ دیکھو غلطی کرتے ہو تو مجھے غصہ بہت آتا ہے، مگر تمھاری محبت میرے غصے پر غالب آجاتی ہے، تم اپنی سعادت مندی کی وجہ سے منظور نظر ہو، اور اس کی وجہ سے تم ہمیشہ کامیاب رہو گے۔

انداز خطابت

حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ جس موضوع پر خطاب فرماتے، اس سے ہٹتے نہیں

تھے، سیرت رسول ہو، یا ذکر اولیا کسی بھی موضوع پر تفصیل اور موضوع کے لحاظ کے ساتھ بیان فرماتے۔

ایک بار حضرت کہیں سے تقریر فرما کر واپس آئے، صبح کا وقت تھا، میں ناشتہ کرا رہا تھا، اتنے میں محفوظ الرحمٰن (ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ،پپرا کنک) آئے ، خیریت پوچھی، حضرت نے فرمایا کہ آج کی طرح کبھی میں نے تقریر نہیں کی، محفوظ الرحمن صاحب نے پوچھا کیا ہوا حضرت؟ حضرت نے فرمایا بات دراصل یہ تھی کہ جس جگہ گیا تھا، وہاں بدمذہبوں کی تردید کی ضرورت تھی، مجھ سے پہلے حضرت مولانا خوش محمد صاحب تقریر کرنے لگے تو اہل مجمع نے ان پر جوتے چپل پھینکے، حضرت کو معلوم ہو گیا، جلال میں آ گئے، وضو فرما کر اسٹیج پر آئے، اور تقریر شروع فرمائی، ۹ ربجے رات سے لے کر تین بجے تک مکمل چھ گھنٹے تقریر کی، محفوظ الرحمن صاحب نے پوچھا حضرت اتنی دیر کیسے آپ بولتے رہے، فرمایا ایک طرف سرکار دوعالم کی روحانیت کا فیض برس رہا تھا، دوسری طرف سرکار غوث اعظم کرم فرما رہے تھے، ان کی رحمتوں سے میں بول رہا تھا۔

الحمدللہ! حضرت کی اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ وہاں سے بدمذہبی ختم ہو گئی، اور سنیت آج تک محفوظ ہے۔

ہر وقت تصور میں مدینے کی گلی ہو

ایک بار میرے بڑے والد صاحب تھے، میں تھا اور حضرت تھے، بڑے والد صاحب کے ساتھ میں اپنے کھیت پر جا رہا تھا، عصر کا وقت ہو گیا، حضرت نے فرمایا کہ لایئے نماز پڑھ لیتے ہیں، بڑے ابو نے اذان دی، میں نے اقامت کہی، اور بڑے ابو نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد سرکار نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اگر دل میں عشق مصطفی پیدا کرنا ہو تو کیسے کرو گے؟ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت نے فرمایا کہ دیکھو اگر عشق مصطفی پیدا کرنا ہو تو بس تصور محبوب میں ڈوبے رہو، جب ہوائی جہاز سے چلو تو یہ تصور کرو کہ مصطفی جان رحمت نے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا تھا، تبلیغ

اسلام کے لیے کانٹوں پر چلے تھے، جب مسجد سے نکلو یا داخل ہو تو یہ تصور کر لو کہ اب سرکار علیہ السلام صحابہ کرام کے جلو میں مسجد نبوی میں داخل ہو رہے ہیں، یا مسجد نبوی سے اپنے حجرے میں تشریف لے جا رہے ہیں، ہمیشہ سرکار کی ادائیں یاد کرو، جب حج کرنے جاؤ تو وہاں پر ہر جگہ سرکار کا تصور اور ان کے وجود ناز کا احساس کرنے کی کوشش کرو، اور یہ تصور جماؤ کہ سرکار تشریف فرما ہیں، ساتھ میں حضرت ابوبکر ہیں، حضرت عمر ہیں، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

نماز کیسے پڑھیں

حضرت نے فرمایا کہ انسان کو نماز اس طرح سے پڑھنی چاہیے کہ جب نیت باندھے تو اس احساس کے ساتھ کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ احساس پیدا کرے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے، نماز میں گریہ وزاری کرے، اگر دل سے آہ وزاری کی کیفیت نہ پیدا ہو سکے تو کم از کم رونے جیسی حالت بنائے، اور یہ خیال کرے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، بس خدا ہی موجود ہے، اور اس کے سامنے ہم ذرۂ کم تر سے بھی کم ہیں، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے، بس خدا ہی کے لیے ساری قدرت و عزت ہے، اس تصور کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکو گے تو رب تعالیٰ تمھیں عروج بخشے گا، اور ہر محاذ پر کامیابی ملے گی۔

نماز پڑھنے کے دوران فرائض و واجبات نماز کے ساتھ سنن و مستحبات کا مکمل خیال رکھنا چاہیے، حضرت بچوں کو خاص طور سے اس کی نصیحت فرماتے کہ نماز آداب نماز کی رعایت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے، اور بالخصوص جب التحیات کے لیے بیٹھو، اور ”یا ایھا النبی“ پر پہنچو تو یہ تصور کرو کہ مصطفی جان رحمت ہمارے سامنے موجود ہیں اور میں ان پر سلام بھیج رہا ہوں، اگر اس طرح کی عادت بنا لو گے تو ایک دن حالت نماز ہی میں زیارت محبوب سے شاد کام ہو جاؤ گے۔

سلام محبت یوں پیش کرو

فرماتے تھے کہ جب آقائے کریم علیہ السلام پر سلام پڑھو تو اس تصور کے ساتھ پڑھو کہ

میں سب سے افضل ذات پر سلام پڑھ رہا ہوں، آنکھیں بند ہوں نو بان پر نغمۂ درود و سلام ہو، اور یہ احساس دل میں موجود ہو کہ میں سرکار کے روضہ کی جالیوں کے پاس کھڑا ہو کر سلام پڑھ رہا ہوں، اگر اس تصور کے ساتھ سلام پیش کرو گے تو ایک دن سرکار کے روضہ پر پڑھنے کی سعادت مل جائے گی۔

صبح کے معمولات

حضرت کی عادت کر یمہ تھی کہ فجر کی اذان سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے تھے، مدرسہ سے گھر آتے تھے، دروازہ پر دستک دیتے تھے، والدہ دروازہ کھولتی تھیں، حضرت ضروریات سے فارغ ہو کر وضو فرماتے، پھر سیدھے اپنے حجرے میں جاتے، وہاں پر نماز تہجد پڑھتے، پھر بچوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے، اول وقت میں اذان دلواتے، پھر نماز باجماعت ادا فرماتے، اور اس کے بعد سلام کا سلسلہ شروع ہوتا تو دیر تک چلتا، کافی دیر تک درود و سلام کا نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش فرماتے۔

عشق رسالت

حضرت عاشق رسول تھے، عشق رسول میں ڈوبے رہتے تھے، سلام پڑھتے تو بس ڈوب جاتے کہیں بھی میلاد کی محفل ہوتی حضرت اکثر"مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھتے، اور کافی دیر تک والہانہ انداز میں پڑھتے تھے۔

خطبۂ جمعہ

جمعہ میں حضرت خطبہ دیتے تو بڑے نرالے انداز میں، آواز کافی بلند ہوتی، اتنی کہ کوئی چوراہے پر ہوتا تو بھی سن لیتا، ہم لوگ کافی دور ہوتے پھر بھی حضرت کی آواز سن لیتے، آواز میں بڑی کشش اور تاثیر ہوتی تھی، لوگ خاموشی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے رہتے، بہت سارے لوگ زار و قطار روتے، بس ایسا لگتا کہ خاموش وادیوں میں کوئی جھرنا بہہ رہا ہو، عجیب منظر ہوتا،

آج بھی پپرا کنک میں ہر کوئی حضرت کا خطبہ یاد کرتا ہے، ویسا خطبہ آج تک کسی سے سنا نہیں گیا، جمعۃ الوداع کے وقت بس عجیب وغریب سماں رہتا تھا، لوگ ذوق وشوق کے ساتھ صبح ہی سے مسجد جانے کی تیاری کرتے، اور سب سے آگے جاکر بیٹھنے کی کوشش کرتے، عیدین کے دن لوگ سب سے پہلے عید گاہ میں جانے کی تیاری کرتے، اور ہر کوئی حضرت کے قریب ہی جگہ تلاشتا کہ حضرت سے مصافحہ ومعانقہ کا شرف حاصل کرسکے۔

عیدین کے دن حضرت مائک پر خصوصی طور سے تکبیر تشریق پڑھنے کی ترغیب دیتے، باضابطہ اعلان فرماتے، اور جب گھر سے باہر نکلتے تو عالمانہ وقار کے ساتھ بلند آواز میں تکبیر تشریق پڑھتے، آج اس انداز میں شاید باید ہی کوئی تکبیر پڑھتا ہوگا، ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ حضرت جب تک اعلان نہیں فرماتے لوگ عید، بقرہ عید نہیں مناتے تھے۔

سب سے بڑی کرامت

میرے خیال سے حضرت کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ ہی کی کوششوں سے پپرا کنک میں خوش حالی آئی، مالی اعتبار سے تو ترقی ہوئی ہی، تعلیمی اعتبار سے بھی اس علاقے میں زبردست انقلاب آیا، جامعہ رضویہ شمس العلوم کی صورت میں قوم کو عظیم دینی ادارہ عطا کیا، آپ کی زندگی نے ساتھ نہیں دیا، ورنہ آپ کی ذات سے اس علاقے کو اور بھی خوش حالی اور ترقی نصیب ہوتی۔

اصلاح معاشرہ کانفرنس

یہ تاریخی کانفرنس میری آنکھوں کے سامنے ہوئی، میں نے دیکھا تھا کہ حاسدین نے اتنی شرانگیزی کی کہ کوئی دوسرا عالم ہوتا تو وہ فلاپ ہوجاتا، مگر حضرت کی مخلصانہ جدوجہد نے اس کانفرنس کو تاریخی بنادیا، حضرت موٹر سائیکل پر بیٹھتے، گاؤں گاؤں جاتے، لوگوں میں پرچار کرتے، مسجدوں میں جاکر اعلان فرماتے۔

حضرت کی کوششیں رنگ لائیں، پروگرام کے دن عوام کا سیلاب اُمڈ پڑا، ہر چہار جانب انسانی سر ہی سر نظر آ رہے تھے، اس وقت کے اکابر علما شریک جلسہ ہوئے، حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی، حضرت مولانا مفتی قاسم صاحب، پٹنہ، حضرت بیکل اتساہی، راہی بستوی جیسے عظیم خطبا و شعرا تشریف لائے، اس وقت جامعہ کا گراؤنڈ، اور یہ سامنے کا پورا میدان لوگوں سے بھرا تھا، لاکھوں کا مجمع تھا، ایسا مجمع ابھی تک نہیں دیکھا۔

رعب و جلال

پپر اکنک میں حضرت اس قدر مقبول و محبوب تھے کہ لوگ آپ کے لیے جان بھی دینے کے لیے تیار رہتے تھے، حضرت بڑے بارعب تھے، جلال و ہیبت کا عالم یہ تھا کہ جب حضرت حجرے میں تشریف فرما ہوتے تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ سڑک کے اس پار قدم رکھ دے، میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اگر خلاف شرع لباس پہنے رہتے تو حضرت سے بچ بچا کر نکل جاتے، سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

حیرت انگیز واقعہ

ممبئی میں حضرت کے ساتھ تھا، ایک دن بڑا حیرت ناک واقعہ پیش آیا، رات کا وقت تھا، حضرت کی خدمت میں لگا تھا، حضرت نے تمبا کو مانگا، میں نے بنا کر دے دیا، پھر حضرت نے فرمایا اگالدان لاؤ، میں نے لا کر دیا، حضرت نے فرمایا کہ جاؤ سو جاؤ میں بھی سونے جا رہا ہوں، میں نے سوچا پتہ نہیں کب ضرورت پڑ جائے، میں تکیہ لے کر وہیں دروازے پر سو گیا، اچانک میرا جسم کانپنے لگا، اور جسم کی ہر رگ پھڑکنے لگی، میں گھبرا گیا، اتنے میں حضرت نے فرمایا کونین، کونین، کہاں ہے تو؟ ارے سب ختم ہو گیا، میں گھبرا گیا، تو حضرت نے فرمایا کہ ارے ابھی حاجی ابراہیم صاحب اور میرے پیر و مرشد آئے تھے، ابھی تو گئے ہیں، تو زیارت سے محروم رہ گیا، اب میں سمجھ گیا کہ میری حالت غیر کیوں ہوئی تھی۔

امی کا خواب

حضرت جس وقت بیمار تھے، اس وقت ممبئ میں دیکھ بھال کے لیے امی بھی ساتھ میں تھیں، حضرت کو بار بار ڈائلسس کی ضرورت پڑتی تھی، ڈائلسس کرانے کے لیے ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت کو اسپتال لے جانے والے تھے، امی کو یہیں حجرے میں چھوڑ دیا، اور چلے گئے، اسپتال سے واپسی پر دیکھا کہ امی بہت اداس تھیں، پوچھا تو بتایا کہ دیکھو میں تمھارے ابو کی مسند پر سو گئی، نیند لگتے ہی خواب دیکھا کہ حاجی ابراہیم صاحب بہت سارے علما کے ساتھ تشریف لائے ہیں، میں نے دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا، اور پوچھا کہ حاجی صاحب کیا حضرت ٹھیک نہیں ہوں گے، آخر کیا ہو گیا ہے؟ حاجی صاحب نے فرمایا کہ نہیں، اب صبر کرو، اب ٹھیک نہیں ہوں گے، امی نے عرض کیا پھر ہمارے بچوں کا کیا ہو گا، حاجی صاحب نے فرمایا کہ بچوں کی فکر نہ کرو، وہ ٹھیک رہیں گے، ہم لوگ ہیں ان کی نگرانی کے لیے، تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، امی روئے جا رہی تھیں اور یہ واقعہ بتا رہی تھیں۔

حضرت کے مریدین

حضرت کے مریدین آپ کو دل وجان سے چاہتے تھے، اس کا صحیح احساس مجھے تب ہوا، جب حضرت آخری بار ممبئ سے گھر واپس آ رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ اعلان کرا دو کہ اب میں ممبئ نہیں آؤں گا، میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔

{...}

انجینئر حسنین رضا قادری ایوبی

شہزادۂ شریف العلما علیہ الرحمہ

جھلکیاں

☆ اللہ اللہ میری قسمت
☆ تواضع واحترام علما
☆ دنیا سے بے رغبتی
☆ مغرب کے وقت سونا نہیں چاہیے
☆ حضور تاج الشریعہ اور میرے ابا
☆ رات میں نماز
☆ میری حالت بدل گئی
☆ میری قسمت کی معراج
☆ عشق رسول
☆ ہائے میرا مدرسہ
☆ خاص عنایت
☆ مفتی قاسم صاحب کی نظر میں
☆ قوت حافظہ
☆ نماز کا التزام
☆ وہ سب دیکھتے تھے
☆ مدینہ مسجد میں نماز پڑھو
☆ شان سخاوت
☆ چہرے کی چمک
☆ ذکر کی آواز
☆ جب میں مرید ہوا
☆ مجھ سے قریب رہنا ہے تو نماز پڑھا کرو
☆ ڈاکٹر سید قیام الدین صاحب
☆ علما کی تعظیم
☆ محبت نماز
☆ حضرت کا علمی مقام
☆ احترام علما
☆ معاصر علما
☆ شارح بخاری کے جنازے میں شرکت

اللہ اللہ میری قسمت

رب تعالیٰ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھے اتنے عظیم باپ کا بیٹا بنایا، حضرت کی میرے اوپر بے پناہ شفقت وعنایت رہتی تھی، میرے خیال میں مجھے سب سے زیادہ چاہتے تھے، اور جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا لوگ مجھے ہی آگے بڑھاتے، حضرت سے کچھ مانگنا ہوتا تو لوگ میرا ہی سہارا لیتے، کیوں کہ ہر کسی کو معلوم تھا کہ حضرت مجھ پر بے پناہ کرم فرماتے ہیں۔

حضرت نے ہماری تعلیم و تربیت کا خصوصی انتظام کیا تھا، مدرسہ کے کچھ حضرات کو ہمیں پڑھانے پر مامور فرمایا تھا، خود مصروف رہتے تھے، اس لیے ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں دے پاتے تھے، اللہ کا شکر رہا کہ ہم سب بھائیوں نے ضرورت بھر اردو عربی اور دینی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد ۹ رسال کی عمر میں، میں دہلی چلا گیا، عصری تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے، اس کے بعد حضرت سے رابطہ منقطع ہو گیا، سات سال تک دہلی میں رہ کر میں نے ساؤتھ دہلی پبلک اسکول سے بارہویں کا امتحان پاس کیا، اور دہلی ہی سے اے، آئی، ٹرپل ئی A.I.EEE کا امتحان دیا، اس کے بعد میں نے بیلا پور میں رائے انجینئرنگ کالج میں داخلہ لیا، انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے فرسٹ ایر تھا، دو ڈھائی ماہ سے ہاسٹل میں تھا، انگلش اور عصری تعلیم حاصل کرنے والے بچے کتنے آزاد ہوتے ہیں یہ سب کو معلوم ہے، میں بھی کھلے مزاج کا تھا، کچھ بچوں نے مجھ سے کہا کہ چلو ساحل سمندر پر ٹہل کر آتے ہیں، میں چلا گیا، ایک ٹیلہ پر بیٹھ گیا، میرے ایک غیر مسلم دوست کی شرارت سے مجھ سے نادانستہ طور سے ایک غلطی ہو گئی، جس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔

میرا معمول تھا کہ سنیچر کو ہاف ٹائم کلاس کے بعد جب چھٹی ہوتی تھی، میں واپس خانقاہ میں آجاتا، اور اس طرح ابو کی زیارت بھی کرلیتا اور تھوڑی بہت خدمت بھی کرلیتا، اس واقعے کے بعد

جب میں خانقاہ میں سنڈے کے دن حضرت کی زیارت کے لیے آیا، تو جیسے ہی خانقاہ میں قدم رکھا، فوراً حضرت چیخنے لگے، بھگاؤ، بھگاؤ، اس نے اتنی بڑی غلطی کی ہے، اس نے یہ غلطی کی ہے، اس وقت مجھے خانقاہی آداب واطوار سے آشنائی نہیں تھی، اس وقت میں حضرت سے مرید بھی نہیں ہوا تھا، بھائی لوگوں نے اشارہ کیا، میں چپکے سے اوپر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا، اس وقت حضرت کی ناراضگی کچھ کم ہو گئی تھی، حضرت نے مجھے اپنے قریب بٹھایا اور فرمانے لگے، تم جانتے ہو کہ میں اندھا ہو گیا ہوں، مجھے کچھ نہیں دکھتا ہے، تمھارا باپ بظاہر بھلے ہی نہیں دیکھتا ہے، حقیقت میں اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی ہے، اس کے بعد حضرت نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا، اور فرمانے لگے، تجھے داڑھی آرہی ہے، بیٹے سنو، سب چھوٹ جائے مگر شریعت کا دامن کبھی نہ چھوڑنا، ہمیشہ شریعت کا لحاظ رکھنا، اس کے بعد الحمدللہ میرے اندر مذہب وشریعت سے محبت اور غلط کاموں سے نفرت پیدا ہو گئی، اسی نفرت کا تقاضا تھا کہ جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ کے لوگ گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، میرے آس پاس کے لڑکے دارو شراب پیتے تھے، تو میں نے ہاسٹل کو چھوڑ دیا، اور لوکل ٹرین سے آنے جانے لگا، میں خانقاہ میں آکر پڑھائی کرتا، عموماً رات کے گیارہ بارہ بجے تک پڑھائی کرتا تھا، اس کے بعد جب سوتا تھا، تو ایسا لگتا تھا کہ کچھ لوگ جبہ اور لمبے بال والے آتے تھے اور مجھے اوپر جو پترا (ٹین شیڈ) ہے اسی میں لٹکا دیتے تھے، میں چلاتا رہتا تھا۔

اس کیفیت کو میں نے یوسف بھائی کو بتایا، حضرت کو یہ سب باتیں معلوم تھیں، ادھر میرے ساتھ یہ سب ہوتا اور ادھر نیچے بیٹھ کر حضرت ہنستے رہتے تھے، اسی بات پر حضرت سے کبھی کبھی لڑائی بھی ہو جاتی۔

یہاں خانقاہ میں حضرت کی خدمت میں ایک بھائی رہتے تھے جن کا نام شبیر احمد تھا، حضرت رات رات بھر ان سے نعت شریف سنتے تھے، جب وہ تھک جاتے تھے، تو کہتے کہ حضرت حسنین بھائی بھی اچھی نعت شریف پڑھ لیتے ہیں، ان سے بھی سن لیا جائے، حضرت فرماتے اچھا جاؤ اسے لاؤ، مجھے بلایا جاتا اور پھر فجر تک نعت کی محفل سجی رہتی، صبح نہا دھو کر مجھے

کالج جانا رہتا تھا، رات بھر جگنے کے باوجود مجھے یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں رات بھر جگا ہوں، سال بھر اسی طرح کی مجلسیں ہوتی رہتیں، مگر صبح بالکل تر و تازہ ہو کر میں کالج جاتا، اور مکمل بیداری کے ساتھ حاضر درس ہوتا، مجھے نیند کی تکان کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

وہ سب دیکھتے تھے

آخری عمر میں حضرت کے بارے میں عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ انہیں دکھائی نہیں دیتا ہے، اور ڈاکٹر نے بھی یہی کہا تھا، مگر میں نے اکثر اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ رات میں حضرت بیدار ہوتے، بغیر کسی کے سہارے کے اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر وضو بناتے اور پھر نماز تہجد اور دیگر نوافل و وظائف میں مشغول ہو جاتے، دن میں ایسا لگتا کہ حضرت کو کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے، اس بات پر مجھے بے حد حیرت تھی۔

تواضع و احترام علما

حضرت کی ایک بڑی خوبی جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ حد سے زیادہ متواضع اور منکسر المزاج تھے، اتنے بڑے عالم اور پیر ہونے کے باوجود اگر کسی مسجد کا موذن بھی آجاتا جو حافظ یا عالم ہوتا تو حضرت اس کے لیے مسند چھوڑ دیتے، اس کی تکریم فرماتے اور اسے اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔

مدینہ مسجد میں نماز پڑھو

حضرت کے تعلقات بہت سارے علما و فضلا سے تھے، اور ہر کسی کے بارے میں اچھا گمان رکھتے تھے، سب کے احترام و تعظیم کا درس دیتے تھے، مگر اپنے مریدین سے فرماتے تھے کہ مدینہ مسجد میں حضرت مولانا یونس صاحب کے پیچھے نماز پڑھو، اس کی خاص وجہ تھی کہ حضرت مولانا صاحب حد درجہ نیک سیرت، اور پابند شریعت و سنت عالم دین

تھے، ان کی پرہیزگاری سے ہر کوئی واقف تھا، اس لیے حضرت انہیں کے پیچھے نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

دنیا سے بے رغبتی

یہی حضرت مولانا یونس صاحب ہیں، ایک بار فرمایا کہ حسنین بھائی، آپ کا مکان تو شیشے کا بنا ہوگا، میں نے عرض کیا حضرت ایسا کیوں فرمارہے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے والد صاحب کا شمار بڑے پیروں میں ہوتا ہے اور ان کے مریدین ان کو سب سے زیادہ نذرانہ پیش کرتے ہیں، محرم کے موقع پر ان کو اور مقررین سے دوگنا نذرانہ ملتا ہے، کیوں کہ کمیٹی میں اکثر انھیں سے مرید ہیں، ان کے مریدین ان پر اپنی جان و مال نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اسی وجہ سے میں نے ایسا کہا ہے۔

میں نے عرض کیا حضرت حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ آج بھی اسی مکان میں رہتے ہیں جو میرے دادا اور نانا کی دی ہوئی زمین پر بنا تھا، والد صاحب نے خود کی زمین بھی نہیں خریدی، مکان بنانا تو دور کی بات ہے، مجھے پڑھانے کے لیے ان کے پاس پیسہ تک نہیں ہے۔

شان سخاوت

حضرت کے پاس پیسے بہت آتے تھے، مگر ہاتھ اتنا کشادہ تھا کہ کچھ بچتا نہیں تھا، میں نے دیکھا کہ اگر کوئی غریب آدمی آگیا، یا کوئی مدرسے کا طالب علم آگیا تو بغیر گنے ہوئے پیسے اسے عطا فرماتے تھے، میرے چچازاد بھائی شمسی بھائی وغیرہ جب دہلی سے آتے تھے تو حضرت کی جیب میں سے جتنا نکلتا سب دے دیتے تھے۔

مدرسے کے طلبہ پر تو خوب خرچ فرماتے تھے، قاری حفیظ اللہ وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت جس طرح کی شفقت ہم پر فرماتے تھے کوئی باپ اپنے بیٹے پر ویسی شفقت نہیں کرتا ہوگا، حضرت کچھ سامان لاتے تو فرماتے کہ جو ضرورت ہو اس کو رکھ لو باقی گھر پر پہنچا دو، اسی

طرح سے جب ممبئی وغیرہ سے تشریف لاتے تو گھر پر جانے سے پہلے مدرسے پر اترتے، یہاں کے طلبہ سے ملتے ان کو نوازتے تھے، پھر گھر جاتے، والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ ڈھائی ڈھائی مہینے گزر جاتے والد صاحب مدرسے سے گھر نہیں آتے، حالانکہ مدرسہ اور گھر میں کتنی دوری ہے یہ آپ کو معلوم ہے۔

مغرب کے وقت سونا نہیں چاہیے

ایک بار کالج سے پڑھ کر میں واپس آیا، خانقاہ اس وقت ۲ نمبر میں تھی، مجھے نیند آرہی تھی، اوپر جاکر کمبل اوڑھ کر سو گیا، دوپہر میں سویا، تو بس سوتا ہی رہا یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا، اچانک مجھے چوڑی کھنکنے کی آواز سنائی دی، میں گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر سوچا کہ شاید بغل میں شاہد بھائی کا گھر ہے، ان کی بچی بڑی چلبلی ہے، اسی نے شرارت کی ہے، میں پھر سو گیا، پھر دوبارہ وہی چوڑی کی آواز آئی، اور ایسا لگا کہ کوئی عورت مجھے نسوانی آواز میں کہہ رہی ہے کہ چلو گے نہیں، اٹھو، چلو، میں تو ایک دم گھبرا گیا، فوراً کمبل کے ساتھ بھاگا، چابی اٹھائی اور جلدی سے دروازہ کھولا، نیچے زینے سے اتر کر رونے لگا، ادھر حضرت کی کرامت دیکھیں کہ آپ خانقاہ میں بیٹھ کر مسکرا رہے تھے، اور حاضرین سے فرما رہے تھے کہ دیکھو اب وہ اٹھ کر آئے گا، میں نے روتے ہوئے کہا کہ اب مجھے سونے بھی نہیں دیا جارہا ہے، حضرت نے شفقت سے بلا کر مجھے سمجھایا کہ بیٹے مغرب کے وقت نہیں سونا چاہئے، اب احتیاط کرنا۔

چہرے کی چمک

حضرت کی سب سے بڑی کرامت نماز تھی، نماز ہی کی برکت سے آپ کا چہرہ ایسے چمکتا تھا کہ جیسے اندھیری رات میں ہیرے جواہرات درخشندہ ہوتے ہیں، تھے تو آپ سانولے رنگ کے، مگر کیا مجال تھی کہ چہرے پر کوئی جم کر نظر ڈال سکے، میں نے بہت سارے پیروں کو دیکھا ہے مگر بس گنے چنے ایسے ملے کہ جن کا سارا وجود نور نماز سے منور ہو، میرے والد صاحب علیہ

الرحمہ جب نماز فجر کے لیے مصلی پر کھڑے ہوتے تھے تو ایسا لگتا کہ پورا مصلی جگمگا رہا ہو، لاریب یہ نماز کا نور تھا جس سے حضرت کی ذات تاباں تھی۔

حضور تاج الشریعہ اور میرے ابا حضور

ایک بار سانتا کروز ابراہیم بھائی جان کے یہاں عائشہ اپارٹمنٹ میں حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا صاحب ازہری تشریف لائے تھے، میں نے آمد کی اطلاع سنی تو میں بھی شرف ملاقات حاصل کرنے کے لیے چلا گیا، وہاں جاکر دیکھا تو کافی بھیڑ لگی تھی، لوگ باری باری حضرت سے مل رہے تھے، حضرت کو میں نے دیکھا کہ چہرہ چمک رہا تھا، اس طرح کی چمک میں نے والد صاحب ہی کے چہرے پر دیکھی تھی، خیر میری باری آئی تو میں بھی مصافحہ و دست بوسی کے لیے آگے بڑھا، حضرت نے میرا پورا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور پوچھا کس کے لڑکے ہو، میں نے عرض کیا کہ حضور مولانا محمد ایوب شریف القادری کا، حضرت نے فرمایا اچھا اچھا، وہ تو انتقال فرماگئے، میں نے عرض کیا جی حضور، حضرت نے دعاؤں سے نوازا۔

یہ واقعہ حضرت کے وصال کے کچھ عرصے بعد کا ہے۔

ذکر کی آواز

حضرت کا قلبی ذکر بہت مضبوط تھا، اکثر جب پیٹھ وغیرہ دباتا تھا تو ذکر کی آواز آتی تھی۔

رات میں نماز

عموماً ان دنوں میں جب کہ آپ کی بینائی متاثر تھی، آپ کو کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، میں نے راتوں میں دیکھا کہ حضرت بلاناغہ حسب معمول اٹھتے، اور وضو وغیرہ بناکر نماز ادا فرماتے، ایسا لگتا ہی نہیں تھا، کہ آپ کی بینائی میں کچھ کمی ہے۔

جب میں مرید ہوا

ایک بار قریب ظہر کا وقت رہا ہوگا، میں اوپر قرآن شریف پڑھ رہا تھا، حضرت نے مجھے

بلایا، میں نیچے آہی رہا تھا کہ زینے پر وضو ٹوٹ گیا، حضرت نے فرمایا کہ جاؤ وضو بنا کر آؤ، تمھارا وضو ٹوٹ گیا، میں حیران رہ گیا کہ انہیں کیسے معلوم ہو گیا، خیر میں وضو بنا کر حجرے میں آیا، حضرت مسند لگا کر بیٹھے تھے، میں قریب جا کر بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے مرید ہو گے؟ میں حیران ہو گیا، میں نے سوچا کہ حضرت ایسا کیوں فرما رہے ہیں، خیر دوبارہ یہی سوال دہرایا، میں خاموش رہا، پھر جب تیسری بار فرمایا کہ مجھ سے مرید ہو گے؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں۔

پھر حضرت نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا، حضرت اسی طرح سے مرید کرتے تھے، عورتوں کو پردے کے ساتھ رومال وغیرہ کے واسطے سے مرید کیا کرتے تھے، بہر حال جب جب حضرت نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا تو ایسا لگا کہ پورے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا، اور میری حالت عجیب ہو گئی، کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور جو محسوس کرنا کسی کو بتانا نہیں، میں کھڑا ہو گیا، فرمایا آنکھیں بند کر لو، میں نے بند کر لیں، حضرت نے اس کے بعد مجھ سے معانقہ فرمایا، معانقے کے وقت جب ان کا سینہ میرے سینے میں لگا تو ایسا محسوس ہوا کہ ان کا سینہ میرے سینے میں اور میرا سینہ ان کے سینے میں پیوست ہو گیا ہے، مجھ پر بے ہوشی جیسی کیفیت طاری ہو گئی، کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ میں حضرت کے ساتھ ایک باغ میں ہوں، اس کے بعد مجھے راحت محسوس ہوئی۔

میری حالت بدل گئی

جہاں تک میرا تجربہ ہے میں نے دیکھا ہے کہ ایک بیٹے اور مرید میں بڑا فرق ہوتا ہے، بیٹے اپنے باپ کے لیے جان نہیں دے سکتے، الا ماشاء اللہ مگر مرید صادق اپنے پیر پر جان نچھاور کر سکتا ہے، کیوں کہ بیٹا اپنے باپ سے عموماً دولت و وراثت کا خواہش مند ہوتا ہے جب کہ مرید اپنے پیر سے آخرت کا خواہاں ہوتا ہے۔

میں حضرت کا بیٹا تھا مگر اب مرید بن چکا تھا، اب میرے اندر حضرت کی بے پناہ محبت پیدا ہو چکی تھی، اور حضرت پر جان لٹانے کا حوصلہ پیدا ہو چکا تھا۔

مجھ سے قریب رہنا ہے تو نماز پڑھو

حضرت بس یہی نصیحت فرماتے کہ اگر مجھ سے قریب رہنا ہے تو نماز پڑھو، یہاں بھی قریب رہوگے، وہاں بھی قریب رہوگے، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔

میری قسمت کی معراج

حضرت کی صحبت میں مجھے آخری ایام میں ڈیڑھ سال رہنے کا شرف حاصل ہوا، حضرت کے وصال کے بعد مجھے کافی تکلیف پہنچی، جب سونے کے لیے بستر پر جاتا تو بس روتا ہی رہتا تھا۔ ایک رات میں خواب میں تھا کہ سرکار تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے خواجہ غریب نواز کی زیارت کرادیں، حضرت نے فرمایا چل اٹھ، میں نے کہا ٹھیک ہے سرکار، کچھ دیر بعد میں نے خود کو اجمیر شریف میں پایا، دیکھا کہ مزار شریف کا دروازہ کھلا ہے، اندر گیا تو دیکھا کہ سیدی سرکار خواجہ غریب نواز تشریف فرما ہیں، مجھ سے کہا گیا کہ فاتحہ پڑھو، میں نے پڑھی، سرکار غریب نواز نے دعا فرمائی، اس کے بعد میں نے خود کو خانقاہ میں پایا، صبح کے وقت حضرت نے مجھے نماز فجر کے لیے بیدار کیا، نماز پڑھ کر مجھے سونے کی عادت نہیں تھی، مگر اس دن مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی، میں نے دیکھا کہ حضرت پھر تشریف لاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ خواجہ غریب نواز کی زیارت کرلی، میرے پیرومرشد کی زیارت کب کرے گا، میں نے عرض کیا، حضور میں ابھی تک غازی پور گیا نہیں ہوں، کیسے جاؤں، سرکار نے فرمایا گھبراؤ نہیں، انتظام ہوجائے گا، پھر میری آنکھ کھل گئی، اِدھر دیکھا کہ انور بھائی جو حضرت کے مرید اور خلیفہ ہیں وہ خانقاہ میں آئے، اور کہنے لگے کہ غازی پور چلنا ہے، میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

ہم دونوں غازی پور روانہ ہوئے، راستے میں سرکار کی کرامتیں دیکھتا گیا، سب سے بڑی کرامت یہ دیکھی کہ جب ٹرین مغل سرائے اور دلدار نگر کے درمیان تھی، میں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے عالم بیداری میں دیکھا کہ سرکار واش بیسن کے پاس کھڑے ہیں،

اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ بیٹے تم میرے پیر و مرشد کے دربار میں جا رہے ہو، وہاں ادب کا خیال رکھنا، مجھے جو کچھ ملا ہے وہ یہیں سے ملا ہے، اس لیے غازی پور پہنچنے کے بعد چپل جوتا نہیں پہننا۔

ہم لوگ جب غازی پور پہنچے تو خانقاہ پر پہنچتے ہی اس وقت کے سجادہ نشین حضرت ڈاکٹر قیام الدین صاحب نے میرا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا، اور خانقاہ میں داخل ہونے سے پہلے حضرت نے کنویں سے پانی نکلوایا، اور ڈول ڈال کر مجھے نہلایا، پھر خانقاہ میں لے گئے، اور فرمایا اتنی کیا جلدی تھی، ذرا رک کر آتے، میں نے عرض کیا: کیوں سرکار؟ حضرت نے فرمایا اس وقت تمھارے پیر ہیں، نہ ہی تمھارے دادا پیر، میں نے عرض کیا کہاں ہیں سرکار، حضرت نے فرمایا اس وقت چھٹی شریف چل رہی ہے، دونوں کی ڈیوٹی اجمیر شریف میں لگی ہے، اس وقت دونوں بارگاہ خواجہ میں حاضر ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ جایئے، آپ دونوں لوگ اوپر جاکر آرام کرلیجیے، میں اور انور بھائی دونوں اوپر جاکر آرام کرنے لگے، ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ حضرت خواب میں تشریف لائے اور ڈانٹنے لگے کہ یہاں کیا کر رہے ہو، نیچے جاؤ، نیچے جاؤ، میں گھبرا کر اٹھا اور انور بھائی کو لے کر نیچے آیا، حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، ہاں اب وہ دونوں آگئے ہیں، چلیے، حاضری دے آتے ہیں، حضرت نے پوچھا کہ چادر وغیرہ لی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب کا عمامہ شریف لایا ہوں، ہم سب دادا سرکار کے مزار پر پہنچے، اور عمامہ شریف مزار پر چڑھا دیا، اس کے بعد میں ڈاکٹر صاحب کے پیچھے کھڑا ہو گیا، میرے پیچھے انور بھائی تھے، دعا شروع ہوئی، ایسا لگ رہا تھا کہ مزار انور سے نور نکل رہا ہے، اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی نگاہ عنایت سے میرے وجود میں عجیب سا ارتعاش پیدا ہوا، اور ایسا لگ رہا تھا کہ میرے اندر پنکھا چل رہا ہو۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا ادھر آؤ، میں قریب گیا، حضرت نے وہی عمامہ شریف اٹھا کر میرے سر پر باندھ دیا، اور خلافت سے نوازا، یہی وجہ ہے کہ آج میں نے شجرہ میں والد صاحب کے نام کے ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب کے نام کو بھی درج کرایا ہے۔

ڈاکٹر سید قیام الدین صاحب

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ صوفی منش تھے، حضرت سرکار دادا میاں نے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا تھا، والد صاحب سے بڑی محبت فرماتے تھے، اور حضرت بھی ڈاکٹر صاحب قبلہ کا بے حد احترام فرماتے تھے، میں نے احترام سادات والی حدیث بعد میں پڑھی، اس کا عملی مظاہرہ اپنے والد مکرم سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا، میں نے دیکھا ہے کہ جب حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ جامعہ رضویہ میں تشریف لاتے تو والد صاحب بچھ جاتے، اپنے ہاتھ سے جوتا اتارتے، ان کے موزے اتارتے، اور پھر ان کی ایسی خدمت کرتے کہ دیکھنے والے تعجب میں پڑ جاتے۔

عشق رسول

حضرت جیسا مخلص عاشق رسول میں نے دیکھا نہیں، ان کے جیسا عشق رسالت میں تڑپتا، اور بلکتا کسی کو نہیں دیکھا، جب نعت کی مجلس سجتی تو مرغ بسمل کی طرح تڑپتے، اور دو گھنٹے مسلسل روتے رہتے، اسی طرح سے بزرگوں کی منقبت پڑھی جاتی تو بھی مچل جاتے، ان کی محبت میں بھی زار و قطار روتے بلکتے۔

نعت کی محفل میں ایک حیرت انگیز چیز یہ دیکھنے کو ملتی کہ جیب میں ہاتھ ڈالتے تو تازہ کڑک نوٹ نکلتے تھے، پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ نوٹ کہاں سے آتے تھے، اتنا نوازتے کہ نعت خوانی کرنے والے کے سامنے پیسوں کی لاٹ لگ جاتی۔

سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت سرکار کا کلام سنتے تھے، اور عشق رضا کا مظہر بن جاتے، یا پھر قصیدہ بردہ شریف سنتے تھے۔

علما کی تعظیم

حضرت علما سے بڑی محبت فرماتے، ان پر جان چھڑکتے، ان کی کوئی بات سنائی جاتی تو مچل جاتے، رونے لگتے، جب کوئی نصیحت والی بات سنتے تو فرماتے ہاں، ہاں اچھا حضرت

نے ایسا فرمایا۔

لیکن اگر کوئی کسی عالم کی ذرا سی بھی توہین یا برائی کرتا تو ایسا لگتا کہ اسے جان سے مار دیں گے، چہرے پر غضب و جلال کے آثار نمودار ہو جاتے، اور فرماتے کہ چپ بیہودہ، تجھے یہی بات کرنے کو ملی ہے، اسی طرح سے کسی عام آدمی کی غیبت سننا گوارا نہیں فرماتے۔

ہائے میرا مدرسہ

حضرت کو جامعہ رضویہ سے بڑی محبت تھی، بہت سارے حادثات ان کے ساتھ پیش آئے، مگر سب کو بھول گئے، بس اتنا فرماتے: ہائے میرا مدرسہ، ہائے میرے علما، حضرت نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، نہ ہی کسی برائی کا جواب برائی سے دیا۔ نہ ہی کسی برائی کرنے والے کی برائی کی۔

محبت نماز

آخری عمر میں جب عذر کی وجہ سے نماز وقت پر ادا نہیں کر پاتے تو فرماتے: ہائے، میری نماز، ہائے میری نماز، فرماتے جانتے ہو جب بچپن میں میرے پاس غربت کی وجہ سے تن ڈھکنے کو مکمل کپڑا نہیں تھا، اس وقت بھی جیسے بن پڑتا میں نماز پڑھتا تھا، کبھی نماز نہیں چھوڑتا تھا۔

خاص عنایت

حضرت میرے اوپر بڑے مہربان تھے، بہت ساری نوازشیں مجھے حاصل ہوئیں، جو اوروں کو نہیں ملیں، مثلاً جب میں پڑھ کر کالج سے واپس آتا تھا، حضرت مجھے بلاتے اور فرماتے اپنی زبان نکالو، میں نکالتا، پھر اپنی زبان نکال کر میری زبان سے ملاتے، اور فرماتے کہ میرے لعاب سے تمھیں علمی فیض ملے گا، یوں ہی کبھی کبھی پانی پیتے تو گلاس میں بچا ہوا پانی مجھے عطا فرماتے، میں تبرک سمجھ کر پی لیتا تھا، آج میں اپنے اوپر ناز کرتا ہوں، یہ سب میرے والد بزرگوار کا فیض ہے کہ کسی مسئلے میں مجھے کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی ہے۔

حضرت کا علمی مقام

حضرت نے کچھ دنوں تک تدریسی فرائض بھی انجام دیے ہیں ، ہم لوگ چھوٹے چھوٹے تھے ، دیکھتے تھے کہ بڑے بڑے بچے حضرت کی درس گاہ میں پڑھتے تھے ، ہاشم بھائی وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت اس طرح سے پڑھاتے تھے کہ سبق درس گاہ ہی میں یاد ہو جاتا تھا، اور تمام مسائل وہیں پر ازبر ہو جاتے تھے، نحو وصرف کے قواعد تو بقید صفحہ و سطر یاد تھے، ہم لوگ نحو وصرف میں جو کچھ بھی جانتے ہیں وہ حضرت ہی کا فیض ہے۔

حضرت کو تدریس کے لیے فرصت نہیں ملتی تھی، آپ خود ہی فرماتے تھے کہ میری صلاحیت مرگئی ، یہاں آکر میں بے کار ہو گیا، ورنہ آج ہندوستان ہی نہیں پاکستان میں بھی مجھے ایک عظیم علمی حیثیت حاصل ہوتی۔

مفتی قاسم صاحب کی نظر میں

مفتی صاحب قبلہ سے ہمارے حضرت کے بہت اچھے تعلقات تھے، دونوں بزرگوں میں خط وکتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا، حضرت کی طرف سے ایک خط جاتا تو مفتی صاحب قبلہ فوراً تشریف لاتے، یہی حال ہمارے حضرت کا بھی تھا، مفتی صاحب قبلہ ہمارے حضرت کے بڑے مداح تھے، اپنے ایک مقالے میں آپ نے لکھا ہے کہ علم ظاہر و باطن کا حسین سنگم دیکھنا ہو تو مولانا محمد ایوب شریف القادری کو دیکھ لیں۔

احترام علما

حضرت علما کی بڑی توقیر فرماتے تھے، اس سلسلے میں بہت سارے واقعات ہیں، ایک بڑی بات جو میں نے دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اپنی مسند پر بیٹھے رہتے تھے، اگر کوئی عالم دین تشریف لاتے، جیسے ہی کمرے میں قدم رکھتے فوراً حضرت فرماتے السلام علیکم مولانا صاحب، یعنی آپ سب سے پہلے سلام فرماتے۔

قوت حافظہ

یوں ہی اگر کسی سے برسوں پہلے ملاقات ہوئی ہوتی تو جب بھی دوبارہ ملاقات ہوتی فرماتے اچھا فلاں صاحب آپ ہی ہو۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ہمارے کچھ شاگرد بچے ہیں، ان کے گھر میں سے ایک صاحب ہیں جن کا نام ''ابراہیم'' ہے، ان کا بیان ہے کہ حضرت نے بچپن میں مجھے دیکھا تھا، جب میری شادی ہوگئی، کئی بچوں کا باپ بن گیا، تب میں ممبئی حضرت کی خانقاہ میں گیا، حضرت کی بینائی بھی اس وقت متاثر ہو چکی تھی، میں نے سلام کیا، سوچا کہ حضرت تو مجھے بھول گئے ہوں گے، مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی، جب یہ سنا کہ حضرت نے فرمایا وعلیکم السلام ابراہیم، کب آئے، کیسے ہو، اچھا ابراہیم تم آگئے۔

معاصر علما

حضرت کے اپنے معاصر علما سے بڑے اچھے تعلقات تھے، اکثر خود بھی علما سے ملاقات کرنے جاتے رہتے تھے اور بہت سارے علما خود بھی حضرت کے یہاں تشریف لاتے تھے، مثلاً حضرت مولانا یونس صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب، حضرت مولانا رشیدی صاحب، یہ سب گوونڈی کے معزز علمائے کرام تھے، جو حضرت کی خدمت میں اکثر آیا کرتے تھے، سلام دعا کے لیے۔

نماز کا التزام

آخری وقت میں جب حضرت سخت بیمار رہتے تھے، ہاتھ پیر کام نہیں کرتے تھے، اس وقت بھی آپ کا ذوق عبادت بیمار نہیں ہوا تھا، اکثر نماز کے وقت نماز کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگتے، ہائے میری نماز، ہائے میری نماز، بس یہی جملہ دہراتے رہتے تھے۔

نماز سے بڑی محبت تھی حضرت کو بچپن ہی سے، میں نے دیکھا ہے کہ کوئی بھی آدمی

چاہے جتنی حیثیت کا ہو، اگر نمازی نہیں تو حضرت کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، عوام تو عوام ہیں، بہت سارے ایسے مشہور خطباو شعرا کو اسٹیج پر نہیں چڑھنے دیتے جو بے نمازی ہوتے، فرماتے میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں، بس نماز پڑھو، میں کچھ نہیں بولوں گا۔

شارح بخاری کے جنازے میں شرکت

مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں دسویں کا امتحان پاس کرکے حضرت سے ملنے آیا، حضرت نے پوچھا آٹھویں میں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں سرکار میں تو دسویں پاس ہو گیا ہوں، حضرت نے فرمایا اچھا میرا بیٹا دسویں پاس ہو گیا۔

اسی وقت حضور شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر ملی، حضرت نے ایک گاڑی بُک کی، اور جامعہ رضویہ شمس العلوم کے اساتذہ کے ساتھ مبارک پور کے لیے روانہ ہو گئے، ساتھ میں، میں بھی ہو لیا، پہلی بار بہت قریب رہ کر سفر کا اتفاق ہو رہا تھا، مبارک پور پہنچے، جمعرات کو وہاں پر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی، پھر آپ کے جسد خاکی کو گھوسی لاکر جمعہ کو دوبارہ نماز پڑھی گئی، اس وقت عوام و خواص کا جم غفیر تھا، میری نئی عمر تھی، میں نے سوچا حضرت کی چادر کا بوسہ لوں، کود پھاند کر کسی طرح سے بوسہ لینے میں کامیاب ہو گیا، وہیں حضرت کے گھر کے قریب میں حضرت کی تدفین عمل میں آئی، اس کے بعد میں حضرت کے ہمراہ گھر واپس آگیا۔

{...}

محمد یعقوب قادری

☆ولدیت: ممتاز حسین
☆پیشہ: موٹر سائیکل مکینک
☆پتہ: میرا روڈ، بھیندر، ممبئی
☆موبائل: ۹۹۱۹۷۳۴۴۸۷

جھلکیاں

☆سرکار سے پہلی ملاقات
☆ایک عجیب بات
☆کعبے کا غلاف بھی کالا ہے
☆وہ حسین مناظر
☆پردے کا اہتمام
☆پردہ میں بھلائی ہے
☆جب مجھے ناگ نے ڈس لیا
☆پوری فیملی نے بدمذہبی سے توبہ کی
☆ہر کام کا ایک وقت ہے
☆ چہرہ دیکھ کر بھوک پیاس بھول جاتے
☆سرکار کی عنایتیں
☆میرے مرید کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا
☆آپ تو خود ہی ڈاکٹر ہیں

☆سرکار کی نگاہِ بصیرت
☆تارکِ شریعت ولی نہیں
☆تصور پیر سب سے بڑا وظیفہ ہے
☆میرے مرید کو تعویذ کی حاجت نہیں
☆ہمارے پیر بھائی
☆پولیس والا کھڑا دیکھتا رہا
☆دو بدمذہبوں نے توبہ کی
☆اور میری شادی ہو گئی
☆کشتی تمھیں پہ چھوڑی
☆سب مل جل کے رہو
☆وہ سب جان لیتے تھے
☆اندازِ نصیحت

سرکار سے پہلی ملاقات

جب جاوید بھائی (جن کے بیانات ''حیات شریف العلما جلد اول'' میں درج ہو چکے ہیں) سرکار سے مرید ہو کر آئے، اس وقت ان کی اور ہماری دوکان آمنے سامنے تھی، جاوید بھائی مرغی کاٹ کر بیچتے تھے، اور میں ٹو ویلر کے پارٹس کی دوکان کرتا تھا، ہم دونوں میں کافی دوستی تھی، اور بہت بے تکلفی بھی تھی، اکثر ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے، جب جاوید بھائی مرید ہو کر آئے، اس دن ہم نے دیکھا کہ یہ ٹوپی لگا کر اسلامی وضع قطع میں اپنی دوکان پر بیٹھے ہوئے ہیں، پہلی بار جب جاوید بھائی کو اس ہیئت میں دیکھا بڑی حیرانی ہوئی، سوچا کہ یہ کایا پلٹ کیسے ہو گئی، اتنی جلدی یہ بابا کیسے بن گئے، ان کی حالت تو یہ تھی کہ جمعہ بھی بہت مشکل سے پڑھنے جاتے تھے، ہم لوگ ان کو زبردستی لے کر جاتے تھے، یہ اکثر بہانہ کر دیتے تھے کہ پاک صاف نہیں ہوں، نہایا نہیں ہے۔

خیر ان کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ہم سب حیرت میں پڑ گئے، اور جا کر پوچھنے لگے کہ بابا یہ کیسی حالت بنالی ہے، اتنی تبدیلی کیسے ہو گئی، کہنے لگے کہ یعقوب بھائی ایک جگہ میں گیا تھا، وہاں ایک پیر صاحب آئے ہیں، میں ان سے بیعت ہو گیا، تم بھی ایک بار چل کر دیکھ لو، بہت پہنچے ہوئے ہیں، تم ان سے مل کر دیکھو پھر خود ہی بتانا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ لگ رہا ہے کہ یہ جناب کسی ڈھونگی بابا کے چکر میں پڑ گئے ہیں، ممبئی میں بہت سارے ڈھونگی بابا گھومتے رہتے ہیں، لیکن چونکہ معاملہ میرے دوست کا تھا اس لیے جب جاوید بھائی نے چلنے کو کہا تو میں تیار ہو گیا، اتفاق سے انہیں دنوں جاوید بھائی کے بڑے بھائی وحید بھائی آئے ہوئے تھے، ہم تینوں جانے کے لیے تیار ہو گئے، فاتحہ کے لیے مٹھائی لی، ہم سب خانقاہ میں پہنچے سرکار کو دیکھا تو دل میں عجیب سی تبدیلی پیدا ہوئی، ہمارے اندر عجیب سی دہشت پیدا ہوئی، سرکار نے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ بندہ مجھ سے مرید ہی نہیں ہونا چاہتا

ہے، اسے کیوں لے کر چلے آئے، میں دل ہی دل میں کانپ اٹھا کہ میرے دل کی بات کیسے جان گئے، خیر سب مل چکے تو اخیر میں سرکار نے فرمایا کہ اسے لے آؤ، میں گیا، سرکار نے بیعت کیا، اور پھر سینے سے لگالیا، ایسا لگا کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں، میں ہوش ہی میں نہیں تھا، ایک عجیب کیفیت طاری تھی میرے اوپر، اس کے بعد سرکار نے فرمایا کہ جاؤ سب پیر بھائیوں سے ملو، میں سب سے ملا، بہت دیر بعد مجھے افاقہ ہوا۔

سرکار کی نگاہ بصیرت

خانقاہ میں ایک کمرہ ہے، اسی میں سرکار آرام فرمارہے تھے، میں، عاشق بھائی اور سلام بھائی کالڑ کا سلیم اوپر تھے، عاشق بھائی نے سلیم بھائی سے کہا کہ دھیرے دھیرے آرام سے جا اور نیچے مٹھائی کا جوڈبہ رکھا ہے اس کو لے آ، ہم لوگ یہاں پر بیٹھ کر کھائیں گے۔
سلیم بھائی گئے، بہت چپکے چپکے، ادھر سرکار کمرے میں سو رہے تھے، جیسے ہی سلیم بھائی نے ڈبے پر ہاتھ رکھا، اتنے میں سرکار حجرے سے آواز لگاتے ہیں، سلیم! سلیم! سلیم بھائی نے عرض کیا، جی حضور، سرکار فرماتے ہیں، " توری جی سرکار کی ایسی تیسی، چل آ، پیر دبا، چل آ پیر دبا، سلیم بھائی کا حال غیر ہو گیا، کاٹو تو خون نہیں، سلیم بھائی نے مٹھائی وہیں رکھ دی اور سرکار کی خدمت میں آکر پیر دبانے لگے، تقریباً ۱۵ ر منٹ تک دباتے رہے، اس کے بعد سرکار نے فرمایا، جا لے جا مٹھائی کھالے۔

ایک عجیب بات

عموماً سرکار مجھ سے پیر دبواتے تھے، ایک بار میری طبیعت ناساز تھی، بہت دھیرے دھیرے پیر دبا رہا تھا، سرکار کے پیر اس وقت بہت نرم و نازک تھے، اس لیے بھی میں خیال کرتے ہوئے بہت آہستہ آہستہ دبا رہا تھا، اچانک سرکار ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے، اے بیہودہ ذرا کس کے دبا، میں نے اب طاقت لگانی شروع کی جیسے جیسے تیز دباتا گیا سرکار کے پیر سخت ہو گئے، ایک دم کڑک اور ٹائٹ، میں سمجھ گیا کہ سرکار کو اپنے جسم پر مکمل اختیار و تصرف حاصل ہے، جسم

کا جو عضو جیسا چاہیں کرلیں۔

تارک شریعت ولی نہیں

ہمارے سرکار فرماتے تھے کہ انسان چاہے جتنے بلند مقام پر فائز ہو جائے، اگر شریعت کا پابند نہیں ہے تو وہ ولی نہیں ہو سکتا، فرماتے کہ اگر تم کسی کو ہوا میں اڑتے دیکھو لیکن اس کا کوئی بھی عمل خلاف شریعت ہو تو وہ ولی نہیں ہو سکتا، ولی کامل متبع شریعت ہوتا ہے۔

کعبے کا غلاف بھی کالا ہے

ایک بار سرکار کی خدمت میں عاشق بھائی بیٹھے تھے، ہمارے سرکار سانولے رنگ کے تھے، عاشق بھائی دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ یار ہمارے پیر صاحب اگر سانولے نہ ہوتے، تو اچھا تھا، لوگ کیا سوچتے ہوں گے کہ ہمارا پیر سانولا ہے، ابھی عاشق بھائی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ہمارے سرکار نے فرمایا کہ عاشق بھائی جانتے ہو بابا تاج الاولیا بہت کالے تھے، تو ایک بزرگ ایک بار ملنے گئے، حضرت تاج الاولیا سے، دیکھتے ہی دل ہی میں سوچنے لگے کہ یار اللہ کا اتنا بڑا ولی، اتنا مشہور بزرگ آخر یہ اتنا کالا کیوں ہے، تو جانتے ہو عاشق بھائی! اس وقت تاج الاولیا کیا بولے، بولے کہ کعبے کا غلاف بھی تو کالا ہی ہے، اتنا سن کر ہمارے عاشق بھائی سٹپٹا گئے۔

تصورِ پیر سب سے بڑا وظیفہ ہے

ہم اپنے پیر صاحب کو ہر مرض کی دوا جانتے تھے، سوچتے تھے کہ ہم کتنی بھی مصیبت میں ہوں بس پیر کا چہرہ یاد کرلیں، سب مصیبت دور ہو جائے گی، ہمارے نزدیک سب سے بڑا وظیفہ تصور پیر ہی ہے۔

اس کے علاوہ پاس انفاس، صبح و شام فاتحہ اور یہ وظائف بھی ہمارے سلسلے میں رائج ہیں، دو سو مرتبہ بسم اللہ، دو سو مرتبہ کلمۂ شہادت، سو مرتبہ استغفر اللہ، سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، سو مرتبہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، سرکار فرماتے تھے کہ بلا

ناغہ اس وظیفے کو پڑھو گے تو تمام بزرگوں کی نظر کرم تم پر رہے گی، پاس انفاس کا تو بڑا سخت حکم ہے، پیر صاحب اس کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔

یوں فرماتے کہ کچھ بھی وظیفہ کرنا ہو تو پہلے گیارہ بار صلی اللہ علیک یارسول اللہ، گیارہ بار استغفار، گیارہ بار یاشیخ عبد القادر جیلانی پڑھ کر دم کر لیا کرو اس کے بعد وظیفہ کرو تو اللہ پاک قبول فرمائے گا۔

وہ حسین مناظر

سرکار کے دور میں خانقاہ کا منظر بڑا نورانی ہوتا تھا، برکتیں اترتی محسوس ہوتی تھیں، سرکار جب فاتحہ یا ذکر کرواتے تو لگتا کہ خانقاہ کی چھت پر جو پترہ (ٹین شیڈ) ہے، اس پر بارش کے قطرات گر رہے ہوں، ایسا محسوس ہوتا تھا، سرکار جس پر نظر ڈال دیتے تھے اس کا قلب جاری ہو جاتا، اور اس کا قلب اللہ اللہ کرنے لگتا، سرکار چیک کرتے کہ کس کا قلب جاری ہے، کس کا نہیں، جس کا نہیں ہوتا بس ہاتھ رکھتے اور جاری ہو جاتا۔

میرے مرید کو تعویذ کی حاجت نہیں

سرکار کو اپنے مریدین پر بڑا ناز تھا، ہم کو کبھی تعویذ نہیں دیا، کوئی مرید مانگتا تو فرماتے کہ میرا مرید خود تعویذ ہے، اسے تعویذ کی کیا ضرورت۔

دوسرے سب لوگ سرکار سے تعویذ بنواتے، اپنے بچوں کے لیے، مگر اپنے قریبی لوگوں کو سرکار تعویذ نہیں دیتے، ایک بار غازی پور دادا سرکار کے یہاں لوگ تعویذ لے رہے تھے، میں نے بھی لینے کو سوچا، سرکار نے دیکھ لیا، ڈانٹ کر منع کر دیا۔

پردہ کا اہتمام

جب تک سرکار ہوش و حواس میں رہے، میرے علم کے مطابق عورت کو کبھی سامنے

سے مرید نہیں کیا، ہمیشہ پردہ کا خیال رکھا، اگر کسی عورت کو مرید ہونا ہوتا تو وہ سرکار سے اجازت لیتی، پردہ کا انتظام ہوتا پھر سرکار مرید فرماتے، رومال پکڑا کے۔

کسی عورت کے اندر جرأت نہیں تھی کہ سرکار کے سامنے آجائے، کانپتی تھیں عورتیں سرکار کے سامنے آجانے پر، اگر کسی پیر بھائی کو بھی کسی عورت کو سرکار سے مرید کرانا ہوتا تو اجازت لیتے، اجازت ملنے پر پردہ کے ساتھ مرید کرواتے۔

آج کل کے پیروں کا حال بہت برا ہے، وہ پردہ تو دور کی بات ہے، ان سے بے شرمی سے پیر دبواتے ہیں۔

ہمارے پیر بھائی

ہمارے پیر بھائیوں میں بڑی محبت والفت ہے، اتنی کہ اگر کسی کے یہاں کچھ پروگرام ہوتا، اور خانقاہ میں آکر سرکار کو دعوت دے جاتا تو بس کافی ہوتا، سب سمجھ جاتے کہ آج فلاں بھائی کے یہاں سب کی دعوت ہے، الگ الگ دعوت دینے کی ضرورت نہیں، ایک بھائی کی دعوت کا مطلب سب کی دعوت ہے۔

پردے میں بھلائی ہے

سرکار کے پاس ہر بیماری کا علاج رہتا تھا، ہر مصیبت کی دوا جانتے تھے، مگر اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، چھپاتے تھے خود کو، اگر کوئی بیمار آتا، فرماتے جا فلاں ڈاکٹر کو دکھا کر دوا لے لے، ٹھیک ہوجائے گا، وہ اسی ڈاکٹر کو دکھاتا اور صحیح ہوجاتا۔

ایک بار ایک عورت آئی اور سرکار سے عرض کیا کہ میرا لڑکا گُم ہوگیا ہے کچھ کریں، سرکار نے اس کو ڈانٹ کر بھیج دیا، پھر جب وہ روتی ہوئی جانے لگی، سرکار نے اس کو بلا کر فرمایا جا شام تک تیرا لڑکا آجائے گا، واقعۃً وہ شام تک گھر پہنچ گیا۔

حضرت کی شان بڑی عجیب تھی، خود ہی علاج فرماتے، اور اپنا نام بھی نہیں آنے دیتے۔

پولیس والا کھڑا دیکھتا رہا

ایک بار زاہد بھائی میرے پاس آئے، بولے یار آج کل پولیس کی چیکنگ بہت چل رہی ہے، آج بھی پولیس جانچ کر رہی ہے، اور ایک پولیس والے کے بغل میں میرا رکشہ کھڑا ہے، پھر بھی میں جاتا ہوں، دیکھتا ہوں پولیس والا کیا کرتا ہے، زاہد بھائی گئے اور رکشہ لے کر چلے آئے، پولیس والا کھڑا دیکھتا رہا، ایسا لگا کہ وہ اندھا ہو گیا، بلاشبہ یہ ہمارے سرکار کا خاص تصرف تھا۔

سرکار کے تصرف کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے، ایک بار میری گاڑی کھڑی تھی، ہارون بھائی کی دوکان کے سامنے، میں مسجد گیا تھا، اتنے میں آر، ٹی، او، والے آئے، اور گاڑی کھینچ کے لے کر چلے گئے، یہ گاڑی اپنی گاڑی کے پاس کھڑی کرلی، اور کہنے لگے کہ میرے خلاف کیس کریں گے، میں مسجد سے واپس آیا، پتہ چلا، بہت مصیبت کا احساس ہوا، میں ایک دوکان میں بیٹھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں، اتنے میں مجھے سرکار کی آواز سنائی دی کہ جا اسٹارٹ کر کے گاڑی لے جا کچھ نہیں ہوگا، میرے اندر ہمت پیدا ہو گئی، اور شیر کی طرح اپنی گاڑی کے پاس گیا، میری گاڑی کھڑی تھی، بغل میں پولیس والا بھی بیٹھا تھا، میں نے ایک ہی کِک میں گاڑی اسٹارٹ کی، اور لے کر چل دیا، پولیس والے کچھ بھی نہیں بولے۔

جب مجھے ناگ نے ڈس لیا

ایک بار گھر پر اینٹ نکالتے وقت مجھے زہریلے ناگ سانپ نے کاٹ لیا، وہ اتنا خطرناک تھا کہ جیسے ہی میرے ہاتھ میں ڈسا میرا ہاتھ کالا پڑنے لگا، ہاتھ کو دبانے کی کوشش کرتا تو ہاتھ کود جاتا تھا۔

سرکار کی بارگاہ میں حاضری ہوئی، سرکار نے فرمایا کہ درود تاج پڑھ کر ہاتھ پر دم کرتے رہو، ان شاء اللہ، شفا ہوگی، میں نے دم کرنا شروع کیا، دیکھا تو دھیرے دھیرے ہاتھ کی سیاہی ختم

ہونے لگی، اور پھر کالاپن دھیرے دھیرے ختم ہو گیا، گھر پہنچتے پہنچتے ایک دم ختم۔

دو بد مذہبوں نے توبہ کی

ایک بار ہمارے پیر بھائی اور سرکار کے خلیفہ انور بھائی کے پاس دو دیوبندی آئے، اور کہنے لگے کہ چلو تمھارے پیر صاحب سے ہم کچھ سوال کریں گے، انور بھائی بولے بہت اچھا، چلیے، انور بھائی انہیں لے کر پیر صاحب کے پاس گئے اور بولے سرکار یہ دونوں ایسے ایسے کہہ رہے تھے، سرکار نے فرمایا کہ بہت اچھا، پوچھو، میں تو اسی لیے بیٹھا ہوں کہ کوئی آکر مجھ سے کچھ پوچھے، مگر کوئی آتا ہی نہیں ہے، سرکار نے یہ بات ایسے بارعب انداز میں کہی، اور ان دونوں کے اوپر ایسی پر جلال نگاہ ڈالی کہ وہ دونوں رونے لگے، اور حضرت کے قدموں میں گر کر تائب ہو گئے، پھر حضرت ہی سے بیعت بھی ہوئے۔

پوری فیملی نے بد مذہبی سے توبہ کی

ایک لڑکا سرکار کے دامن ارادت سے جڑا، کلین شیو تھا، داڑھی رکھ لی، نماز وغیرہ کا پابند ہو گیا، اس کا پورا گھر دیوبندی تھا، باپ سعودی میں رہتا تھا، یہ اکلوتا بیٹا تھا، اس لیے بڑے لاڈ پیار سے اس کی پرورش ہو رہی تھی، اس کے باپ جب سعودی سے آنے لگے تو اپنے بیٹے کے لیے جنس، ٹی شرٹ وغیرہ خریدا، کہ میرا لڑکا پہنے گا، مگر جب گھر آکر دیکھا کہ بیٹا داڑھی رکھ چکا ہے، اور نماز روزہ کا پابند ہو گیا ہے، تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی، کہا جاؤ داڑھی منڈوا کر آؤ، ابھی تم کو بابا نہیں بننا ہے، وہ لڑکا تیار نہیں ہوا، لوگوں نے زبردستی کی، اور لے جا کر زبردستی منڈوا دیا، اس لڑکے کو اتنی غیرت آئی کہ اس نے زہر کھا لیا، جب زہر کھایا تو بتارہا تھا کہ اس دوران مجھ کو چاروں طرف سرکار ہی کا جلوہ نظر آرہا تھا، ہر طرف بس سرکار ہی نظر آتے تھے۔

سرکار کی عنایت رہی کہ اسے کچھ ہوا نہیں، بعد میں سرکار کو معلوم ہوا تو اس لڑکے کو بہت ڈانٹا، اور فرمایا کہ شریعت کے معاملے میں گھر والوں سے لڑنا چاہئے تھا، زہر نہیں کھانا

چاہیے، بعد میں سرکار نے گھر والوں پر خاص نگاہ عنایت کی تو سب گھر والے سنی ہو گئے، اور سرکار کے مرید ہو گئے۔

اور میری شادی ہو گئی

جوانی کے عالم میں سرکار سے مرید ہوا تھا، اس وقت میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی، رشتے وغیرہ بہت آئے تھے مگر کہیں بات چیت مکمل نہیں ہو پا رہی تھی، ایک دن سرکار کی خدمت میں بیٹھے تھے تبھی سرکار نے مجھ سے پوچھا کہ "ببلو" تمھاری شادی ہو گئی، میں نے عرض کیا نہیں سرکار، سرکار نے فرمایا جاؤ گھر شادی کر کے آجاؤ، ساتھ میں جاوید بھائی تھے، ہنسنے لگے کہ ابھی تو رشتہ بھی نہیں ہوا، اتنی جلدی شادی کیسے ہو جائے گی، لیکن اللہ والوں کی نگاہ میں جو ہوتا ہے اسے ہم تھوڑی نا دیکھ سکتے ہیں، خانقاہ سے جیسے نکلے بہن کا فون آیا، ایک رشتے کا ذکر کیا، اور آناً فاناً ایک مہینے کے اندر بات چیت مکمل، گھر گیا، شادی ہوئی اور پھر واپس آگیا۔

ہر کام کا ایک وقت ہے

سرکار فرماتے کہ ہر کام کا ایک وقت طے ہونا چاہیے، جب نماز کا وقت ہو تو بس نماز ہی پڑھنی چاہیے، دوسرا کام نہیں کرنا چاہیے اور جب دھندا کا وقت ہو تو بس دھندا کرنا چاہیے دوسرا کام نہیں۔

کشتی تمھیں پے چھوڑی

ایک دن ہم لوگ میرا روڈ سے حضرت کے پاس گونڈی جا رہے تھے، راستے میں گونڈی سے قریب چھ سات کلو میٹر دور ہی گاڑی کا پٹرول ختم ہو گیا، وہ جنگلی علاقہ تھا، بہت خوفناک، ہم لوگوں نے دل ہی میں پیر صاحب کا تصور کیا، اور گاڑی ذرا ٹیڑھی کی، اور پیر صاحب المدد کا نعرہ لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی، گاڑی چالو ہو گئی، ہم لوگ بڑے آرام سے گونڈی پہنچ گئے۔

چہرہ دیکھ کر بھوک پیاس بھول جاتے

ایک بار ہم لوگ سرکار کی خدمت میں دیر سے پہنچے، سرکار کی بارگاہ میں بیٹھ گئے، آپ کی خدمت میں بیٹھتے تو بس طبیعت چاہتی تھی کہ سرکار کا چہرہ دیکھتے رہیں، اور آپ کی باتیں سنتے رہیں، اس وقت نہ بھوک کا احساس ہوتا نہ پیاس کا، دیر تک بارگاہ میں بیٹھے رہے، ادھر کھانا وغیرہ جو آیا تھا بھائی لوگ کھا چکے تھے، ہم لوگ اٹھ کر گئے تو تھوڑی سی روٹی ملی، اور معمولی سا ٹھنڈا سالن۔ خیر ہم نے کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

دوسرے دن ہم لوگ پھر حضرت کی خدمت میں آئے، پہنچتے ہی سرکار نے فرمایا کہ آج جلدی سے اٹھ جانا ورنہ پھر بچا کھچا کھانا ملے گا، ہم لوگ حیران تھے کہ سرکار کو کل کے واقعے کے بارے میں کس نے بتادیا۔

سب مل جُل کے رہو

سرکار ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ تمام بھائیوں کو مل جل کر رہنا چاہیے، اگر کسی کے گھر میں لڑائی جھگڑا ہوتا سرکار کو معلوم ہوتا تو نصیحت فرماتے کہ سب کو مل جل کر رہنا چاہیے، آپسی لڑائی اور انتشار سے بچنا چاہیے۔

اگر کوئی سرکار سے بیعت ہوتا اور ہم سے بڑا ہوتا تو سرکار فرماتے کہ اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کرو، یہ نہ دیکھ کہ ابھی مرید ہوا ہے، وہ سلسلے میں بڑا ہے، اس لیے ایک دوسرے کا خیال رکھو۔

سرکار کی عنایتیں

ایک بار میں اور جاوید بھائی حضرت کے مدرسہ میں دستار بندی کے جلسے میں شرکت کے لیے پیرا کنک جارہے تھے، جاوید بھائی نے ایک اٹیچی میں اچھا اچھا کرتا پاجامہ اور کھانا وغیرہ

رکھ لیا، باندرہ میں اودھ ایکسپریس پکڑلی، راستے میں ایک جگہ لائٹ گل ہوگئی، اتنے میں جاوید بھائی کی اٹیچی غائب، لائٹ آئی تو دیکھا کہ اٹیچی کوئی چور اڑا لے گیا، اب جاوید بھائی کو ٹینشن ہوگیا کہ سارے اچھے کپڑے اسی میں تھے، خیر حضرت کے یہاں پہنچے، ایک دو جوڑا کپڑا الگ لے لیا تھا، جب حضرت کو اطلاع ہوئی تو سرکار نے جاوید بھائی کے لیے سب کچھ بندوبست کرادیا، اور ہر ضرورت کا سامان دلوادیا۔

وہ سب جان لیتے تھے

ہمارے انور بھائی ہیں، سرکار کے بڑے چہیتے خلیفہ ہیں، ایک بار سرکار خانقاہ میں نیچے بیٹھے تھے، انور بھائی اوپر ذکر واذکار میں تھے، اس کے بعد پھر دعا مانگی، اور پھر خاموشی سے بیٹھے رہے، اچانک سرکار نے شینل بھائی سے پوچھا کہ آج دعا کس نے مانگی ہے، شینل بھائی نے عرض کیا کہ انور بھائی نے، سرکار نے فرمایا، کہ بلاؤ اس کو، انور بھائی آئے تو سرکار نے پوچھا کہ دعا میں کیا کیا مانگا ہے، انور بھائی نے عرض کیا کہ بس یہی مانگا ہے کہ آپ کی طبیعت اچھی رہے، بھائی لوگ محبت سے رہیں، سب کے کاروبار میں ترقی ہو، بس یہی سب مانگا ہے۔

سرکار بولے اور کیا مانگا، پھر وہی بتایا جو پہلے بتا چکے تھے، سرکار نے پوچھا اور کیا مانگا، انور بھائی دراصل جو سرکار پوچھنا چاہ رہے تھے بتا نہیں رہے تھے، اصل میں انور بھائی دوسری شادی کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے دعا مانگی تھی، پہلے سے ایک شادی کر رکھی تھی، کسی وجہ سے دوسری شادی کرنے کا ارادہ تھا، خانقاہ میں اس کے بارے میں دعا مانگی تھی، سرکار کو اس بات کی خبر لگ گئی، سرکار یہی بات پوچھنا چاہتے تھے، مگر انور بھائی اسے بتا نہیں رہے تھے، اب سرکار نے شینل بھائی سے فرمایا کہ اس کو ایک تھپڑ کھینچ کر مارو، شینل بھائی نے حکم کی تعمیل کی، سرکار نے پوچھا اب بتا کیا مانگا، بولے کہ سرکار دوسرے نکاح کی دعا مانگی ہے، بولے ہاں اب ٹھیک بول رہا ہے، اس کے بعد پیار محبت سے سمجھایا۔

میرے مرید کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا

ایک بار ہمارے ایک پیر بھائی تھے، سرکار نے انہیں خاص قسم کا علم عطا کیا تھا، ایک بار کرلا اسٹیشن پر کھڑے تھے، کسی سفر میں جا رہے تھے، سینے کا بٹن کھلا ہوا تھا، ایک عورت نے دیکھ لیا، اسے خاص قسم کا تصرف حاصل تھا، اس نے نگاہ ڈال کر سینے کے علم کو کھینچ لیا، ہمارے پیر بھائی ہڑبڑا گئے، روتے گڑگڑاتے خانقاہ میں آئے، عرض کیا سرکار غضب ہو گیا، کسی نے میرے علم کو چھین لیا، سرکار نے ڈانٹا کہ جب بٹن کھول کر دکھاؤ گے تو ایسا ہی ہو گا، اس کے بعد سرکار جلال میں آ گئے، فرمایا کہ کوئی میرے مرید سے کچھ چھین نہیں سکتا ہے، اور اگر چھین لے گا تو ہضم نہیں کر پائے گا، اتنے میں کیا دیکھا گیا کہ وہ عورت چیختی چلاتی سرکار کے پاس آئی اور غلطی کی معذرت چاہی، سرکار نے معاف کر دیا۔

اندازِ نصیحت

سرکار کی نصیحت اور تنبیہ کا انداز بھی ایک دم الگ ہوتا تھا، اگر کسی بھائی سے کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو ڈائرکٹ اس پر تنبیہ و تاکید نہیں فرماتے، اشاروں میں فرماتے، دوسروں پر ڈھال کر بات کرتے، فرماتے کہ لوگوں کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، اس کام میں یہ گناہ ہے، بھائیوں کی غیبت بالکل نہیں کرنی چاہیے، جب بھی کوئی پیر بھائی غلطی کرتا، فوراً اشارے سے اس کی سرزنش ہو جاتی تھی۔

آپ تو خود ہی ڈاکٹر ہیں

ایک بار سرکار ایک اسپتال میں ڈائلسس کرانے کے لیے ایڈمٹ تھے، وہاں پر آپ کے عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی، لوگ برابر آتے جاتے تھے، اور شرف ملاقات حاصل کرتے تھے۔

اسی ہاسپٹل میں ایک ہندو اپنے لڑکے کو لے کر ایڈمٹ تھا، اس کا لڑکا روتا چلاتا رہتا تھا، کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا، اس نے دیکھا کہ حضرت کے پاس بھیڑ لگی رہتی ہے، سمجھ گیا کہ یہ کوئی پہنچی ہوئی ہستی ہے، ایک دن آکر عرض کیا کہ سرکار مجھ پر کرم کریں میرے بچے کے لیے دعا فرمادیں کہ وہ ٹھیک ہوجائے، سرکار نے ماجرا پوچھا، اس کے بعد پانی منگا کر اس پر دم کردیا، اور فرمایا کہ جاؤ اس کو پلادو، اس نے لے جاکر پلادیا، اس کا بچہ خاموش ہوگیا، تھوڑا بہت کھانا شروع کردیا، سرکار نے پوچھا کہ کچھ آرام ہے، کہا ہاں گرو جی! آرام ہے، اگر کچھ تعویذ بنا کردے دیں تو اور اچھا ہوجائے، سرکار نے تعویذ بنا کردے دیا، لے جاکر پہنایا تو بچہ ایک دم ٹھیک ہوگیا، سرکار نے فرمایا کہ اس کو کھانا لاکر دو، اب یہ کھائے گا، چنانچہ سرکار کی دعا سے وہ بچہ ٹھیک ہوگیا، وہ ہندو آیا، اور پیر پکڑ کر روتے ہوئے کہنے لگا سرکار آپ تو خود ہی ڈاکٹر ہیں، پھر آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت، میرے بچے کو بڑے بڑے ڈاکٹر ٹھیک نہیں کرسکے، آپ نے ٹھیک کردیا، آپ سے بڑا ڈاکٹر کون ہوگا، گرو جی آپ مہان ہیں۔

سرکار زیر لب مسکراتے جارہے تھے۔

حضرت سید محمد شعیب قادری

☆ پتہ: شیواجی نگر، گونڈی، ممبئی
☆ پیشہ: پرنسپل انجمن عنایت الاسلام، اردو ہائی اسکول
☆ موبائل نمبر: ۹۸۷۰۰۲۱۲۵۸

جھلکیاں

تعارف

میرا نام سید محمد شعیب ہے، میں شیواجی نگر گوونڈی میں پلاٹ نمبر ۳۷ میں رہتا ہوں، میں ایک اسکول چلاتا ہوں، جس کا نام انجمن عنایت الاسلام اردو ہائی اسکول ہے، یہ گورنمنٹ سے رجسٹرڈ ہے، میں اس کے اندر سروس بھی کرتا ہوں، یہ ساری نعمتیں مجھے پیر صاحب کے صدقے میں ملی ہیں۔

پہلی ملاقات

سرکار سے پہلی ملاقات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سرکار کے ایک مرید تھے جن کا نام خان سردار تھا، وہ رشتے میں میرے سالے لگتے تھے، کبھی کبھار وہ ذکر کرتے تھے کہ میں ایک بابا سے مرید ہوں، وہ بہت اچھے ہیں، بہت سارے واقعات سناتے تھے، میں سوچتا کہ ہوں گے کوئی پیر فقیر، ممبئ میں ایسے بھی باباؤں کی کمی نہیں ہے۔

پیر صاحب سے ملاقات کی خاص وجہ یہ واقعہ ہے کہ میرا جو اسکول چلتا تھا، اس میں دسویں تک کے بچے پڑھتے تھے، اسکول میں گورنمنٹ سے ایڈ وغیرہ نہیں آتی تھی، صرف پرمیشن حاصل تھا، ہمارے کچھ متعلقین تھے جن کے بچے ہمارے اسکول میں پڑھتے تھے، ایک بار ایک صاحب نے اپنے بچے کے داخلے کے لیے جعلی سرٹیفکیٹ لگا دی، اتفاق سے ایک آفیسر جانچ کے لیے آیا اور وہ جعلی سرٹیفکیٹ پکڑی گئی، آفیسر نے بہت دھمکی دی، یہاں تک کہ اسکول بند کرنے کی نوبت آگئی، ہم لوگ پریشان تھے کہ اتنی محنت و مشقت کے بعد تو یہ اسکول کھڑا کیا، اب اس کے بند ہونے کی نوبت آگئی ہے، ہم لوگ جہاں تک ہو سکتا تھا، اس مصیبت کو ٹالنے کے لیے جدوجہد کرنے لگے، ہر بابا او جھا، سوکھا کے پاس گئے، ہر دروازہ کھٹکھٹایا، مگر کامیابی نہیں ملی، اتفاق سے ایک دن ایک گھر میں بیٹھا تھا، وہی میرا سالا سردار خان آیا، فوراً میرے ذہن میں آیا کہ یہ کسی بابا سے مرید ہے، لاؤ اسی سے اپنی پریشانی ذکر کروں۔

میں نے اس سے کہا کہ دیکھ بھائی میری موت وحیات کا مسئلہ ہے، میں بہت الجھن میں ہوں، تم نے ذکر کیا تھا کہ تم کسی بابا سے رابطے میں ہو، مجھے ان کے پاس لے چلو، میں ان سے اپنی پریشانی حل کرانا چاہتا ہوں، وہ بہت خوشی سے تیار ہو گئے، ہم لوگ گھر سے باہر آئے، نور الٰہی مسجد میں آئے، وہاں وضو کیا، اس کے بعد ہم لوگ خانقاہ میں آئے، اس وقت کا منظر مجھے یاد ہے، یہاں دروازے کے پاس پلنگ ہوا کرتا تھا، مریدین سے خانقاہ بھری رہتی تھی، سرکار ایک تخت پر مسند لگائے بیٹھے تھے، لوگ باری باری سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے، اپنے مصائب و مسائل رکھتے، سرکار سب کی باتیں سنتے، حل مشکلات کے طریقے بتاتے، دعا و تعویذ سے نوازتے، تسلی دیتے، اور لوگ خوش ہو کر چلے جاتے، سب سے لاسٹ میں میرا اور میرے سالے کا نمبر آیا، ہم لوگ سرکار کی خدمت میں پہنچے، سرکار نے نام پتہ پوچھا، پھر مسئلہ پوچھا، میں نے بتا دیا کہ میرا ایک اسکول ہے جس میں جعلی مارکشیٹ پکڑی گئی ہے، جس کی وجہ سے اسکول بند کرنے کی نوبت آگئی ہے، سرکار سکون سے پوچھتے جاتے، میں جواب دیتا جاتا، بار بار یہی فرماتے ”تب پھر“، میں نے کہا حضور اسکول بند ہو جائے گا، سرکار نے پوچھا، تب پھر، میں نے کہا سرکار ہم لوگ اندر ہو جائیں گے، سرکار نے پوچھا، تب پھر، میں نے عرض کیا سرکار بہت مصیبت آجائے گی، سرکار نے اخیر میں فرمایا، ”کچھ نہیں ہو گا جی“، یہی ان کا جملہ تھا، ”کچھ نہیں ہو گا جی“۔

میں نے عرض کیا سرکار کچھ تعویذ و غیرہ عنایت فرمادیں، فرمایا ضرورت نہیں ہے، میں نے اصرار کیا تو ایک کاغذ پر کچھ دعا لکھ کر دی کہ اسے پڑھتے رہنا، میں نے اسے سنبھال کر رکھ لیا، پھر میں نے منت سماجت کی کہ ابھی گھر جاؤں گا، لوگ پوچھیں گے بابا کے یہاں سے کیا لایا ہے، میں کیا جواب دوں گا، سرکار کچھ تعویذ عطا فرمادیں، سرکار نے فرمایا کہ کل آکر لے جانا، اس وقت عاشق بھائی باحیات تھے، سرکار نے انہیں کو تعویذ دینے کے لیے فرمایا تھا۔

دوسرے دن میں آیا، تعویذ لیا، اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

گھر آیا، والد صاحب سے ذکر کیا کہ جس بابا کے پاس میں گیا تھا، وہاں مجھے بہت سکون ملا،

ابھی تک جتنی جگہوں پر گیا، کہیں دلی سکون نہیں مل سکا، مگر آج لگتا ہے کہ سارا ٹینشن ختم ہو گیا، بابا نے تعویذ دیا ہے، آفیسر کے یہاں چل کر بات کرنی ہے۔

اگلے دن ہم لوگ بڑے آفیسر کے یہاں گئے، والد صاحب نے کچھ منت سماجت کی، کچھ ہم لوگوں نے کہا، اس پر بڑے آفیسر نے صرف اتنا کہا کہ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ سن کر میں دنگ رہ گیا کہ اتنا بڑا میٹر، اور بس اتنی سی سزا، کہاں اسکول بند ہونے والا تھا کہاں اتنی آسانی سے معاملہ حل ہو گیا، فوراً میرا ماتھا ٹھنکا، میں نے سوچا کہ بابا نے کہا تھا کچھ نہیں ہو گا، واقعی کچھ نہیں ہوا، بس یہی وہ واقعہ تھا کہ پیر صاحب پر میرا عقیدہ بیٹھ گیا، اور دل میں آپ کی بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی۔

اور میں مرید ہو گیا

میں شروع ہی سے سوچ رکھا تھا کہ ایسے ہی کسی کو اپنا ہاتھ نہیں دوں گا، جس پر میرا دل جمے گا اس سے مرید ہوں گا، اس واقعہ کے ہونے کے بعد میرا دل پیر صاحب کی طرف حد درجہ مائل ہو گیا تھا، اکثر خانقاہ میں جاکر گھنٹوں بیٹھا رہتا تھا، بے حد سکون ملتا تھا، ایک دن دل میں خیال آیا کہ جاکر بول دوں کہ میں آپ سے مرید ہونا چاہتا ہوں، مگر ہمت نہیں ہوئی، ایسے دن گزرتے رہے، بارگاہ میں پڑا رہتا، جب اجازت ملتی گھر چلا جاتا، ورنہ بس بیٹھا رہتا تھا، لگ بھگ ۲۰۰۴ء کے آس پاس عاشق بھائی کے پردہ کرنے سے کچھ پہلے مرید ہوا، اور آج تک حضرت کے دامن ارادت سے جڑا ہوں۔

میں نمازی ہو گیا

حضرت سے مرید ہونے کے بعد جب تک پیر صاحب باحیات رہے میں نماز نہیں پڑھ سکا، مگر سرکار کے پردہ فرمانے کے بعد جب دوسرے عرس کے موقع پر مزار شریف پر حاضر ہوا تو اچانک دل میں ایک بات آئی، جو بلا اختیار زبان پر آگئی، میں نے بغیر کسی کے کہے سنے سرکار

سے عرض کیا کہ سرکار! اس سال میں آپ کے یہاں سے نماز کا تحفہ لے کر جا رہا ہوں، ان شاء اللہ آج سے نماز چالو رہے گی، اور آئندہ نماز نہیں چھوٹے گی، اللہ کا کرم ہے ۲۰۰۸ء ہی سے اب تک نماز پڑھ رہا ہوں، یہ وفات کے بعد ہمارے سرکار کا کرشمہ ہے۔

سرکار کے کرم سے آج میں پکا سنی ہوں

مرید ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی میرا حال بڑا عجیب تھا، مجھے سنی، وہابی اور دیوبندی میں کچھ فرق نہیں معلوم تھا، اس لیے چاہے جس کے پیچھے نماز پڑھ لیتا، اور اٹھتا بیٹھتا تھا، مگر پیر صاحب کے صدقے آج میں ٹناٹن سنی ہوں، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ایک بار میرا ایک ساتھی کسی معاملے کو لے کر پریشان تھا، اس نے آکر مجھ سے کہا کہ چلو اپنے پیر صاحب سے ملاقات کر کے ان سے دعا وغیرہ کرا لیں، ہم دونوں گئے، اس وقت ہمارا نصیب اچھا تھا خانقاہ میں حضرت اکیلے تھے، ہم دونوں پہنچے تو کل تین لوگ ہو گئے، اتفاق کہ اس وقت عصر کا وقت ہو گیا، حضرت نے فرمایا چلو نماز پڑھ لی جائے، سرکار نے امامت فرمائی، ہم نے نماز مکمل کی، اس وقت نماز کے بارے میں بھی بہت کم جانکاری رکھتا تھا، بس اقتدا میں نماز پڑھ کر فارغ ہوا، حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کون سی مسجد میں نماز پڑھتے ہو، میں نے ذکر کیا، فلاں مسجد میں، شاید وہ بدمذہب کی مسجد تھی، سرکار نے سنتے ہی فرمایا، خبردار صرف سنی مسجد میں نماز پڑھنا، یہی وہ نصیحت ہے جو میں نے گرہ میں باندھ لی، اس کے بعد میں نے صرف سنی مسجد میں نماز پڑھنے کا التزام کیا، اور آج الحمد للہ اسی کے فیض سے سچا سنی ہوں، بعد میں اس حوالے سے کچھ کتابیں پڑھیں، اور اب میں پکا سنی ہوں۔

خلوص اور محبت سے ملو

ہمارے سرکار فرماتے کہ اپنے پیر بھائیوں سے جب بھی ملو خلوص اور محبت سے ملو، دل میں بغض و عناد اور کینہ نہیں ہونا چاہیے، جب بھی ملو یہ تصور کر کے ملو کہ میں پہلے اپنے پیر سے

پھر پیر بھائی سے مل رہا ہوں، یہ تصور بہت کام دے گا۔

فرماتے کہ تمھارا پیر بھائی تمھارے سگے بھائی سے زیادہ قریبی ہے، اس سے زیادہ محبت کے ساتھ پیش آؤ۔

ایک یادگار سہانا سفر

یوں تو سرکار کے ساتھ سفر کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا، تاہم ایک بار ہی کا سفر ہوا مگر بہت یادگار، اور خوش گوار سفر تھا۔

ہوا یوں کہ ایک بار سرکار نے اچانک گھر جانے کا موڈ بنا لیا، ان دنوں طبیعت کچھ زیادہ خراب رہتی تھی، اٹیچی، چھڑی اور دیگر سامان لے کر دروازے پر بیٹھ گئے، اور بضد ہو گئے کہ مجھے گھر جانا ہے، سب لوگ پریشان تھے کہ اتنی جلدی آخر کہاں سے سفر کا انتظام کیا جائے، نہ اتنی ایمرجنسی میں ٹکٹ مل سکتا تھا نہ ہی اور کوئی انتظام ہو سکتا تھا، اچانک پرائیویٹ گاڑی کی بات آئی، انہیں دنوں میں "قوائلس" [Qualis] گاڑی خرید کر لایا تھا، لوگوں نے کہا کہ شعیب بھائی سے کہا جائے کہ سرکار کو اپنی گاڑی سے گھر چھوڑ دیں، مجھے بلایا گیا، میں نے صورتِ حال دیکھی تو تیار ہو گیا، گھر پر جا کر ابّا کو کسی طرح منایا، وہ بھی تیار ہو گئے۔

گاڑی لائی گئی، سرکار کو بیچ والی سیٹ پر گدا ڈال کر لٹا دیا گیا، نو، دس آدمیوں کا قافلہ تیار ہوا، جس میں انور بھائی، یوسف بھائی، سردار بھائی، حسنین بھائی اور ایک دو بھائی اور بھی تھے جن کا نام مجھے صحیح یاد نہیں ہے۔

رات میں ہم لوگ نکلے، اس وقت سرکار کی طبیعت زیادہ ناساز تھی، رفع حاجت کے لیے بار بار گاڑی روکنی پڑتی تھی، بہت آہستہ آہستہ سفر طے ہو رہا تھا۔

راستے میں ایک بار سرکار نے فرمایا کہ بھوک لگی ہے کھانا کھانا ہے، ہم نے رائے مشورہ کیا کہ کوئی اچھا ہوٹل آئے یا ڈھابہ ملے تو وہیں پر رکا جائے، گاڑی چلتی رہی، اچانک سرکار غصہ سے بولے مجھے بھوک لگی ہے، بھائی لوگ ڈر گئے، اور فیصلہ ہوا کہ اب سے جو بھی ڈھابہ پڑے

گا، اسی پر رکا جائے، خیر ایک ڈھابے پر رکے، سب بھائی لوگ اترے، حد درجہ بھوکے تھے، کوئی لحاظ میں کہ نہیں پا رہا تھا، سب نے ہاتھ منھ دھل کر کھانا شروع کیا، پیر صاحب کے پاس کھانا لائے تو صرف ایک لقمہ کھایا، اور اسی پر اکتفا کیا، جب سب بھائی کھا چکے سرکار نے فرمایا چلو، کسی کو پان سگریٹ کا موقع نہیں دیا، جب تک سب کھا رہے تھے سرکار بیٹھے تھے، مگر جیسے سب ہاتھ دھو کر فارغ ہوئے، سرکار نے فوراً فرمایا، اب چلو، میں سمجھ گیا کہ سرکار کو بھوک نہیں لگی تھی، بھوک ہم کو لگی تھی، ہم کہ نہیں پا رہے تھے، سرکار سے کیا چھپا تھا، سرکار نے ہماری بھوک کو اپنی بھوک سمجھا، اور کھانے کے لیے گاڑی رکوائی، ورنہ ایک ہی لقمہ کیوں کھاتے، اور ایسا لگ رہا تھا کہ سرکار بیٹھے دیکھ رہے ہوں کہ جیسے ہی ہم کھانے سے فارغ ہوئے فوراً فرمایا چلو، حالانکہ اس وقت سرکار کی آنکھ سے بظاہر کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

ایک حیرت انگیز بات

اسی سفر میں راستے میں اگر کسی کو بھوک لگتی یا اور کوئی ضرورت ہوتی تو کسی کو گاڑی رکوانے کی ہمت نہیں پڑتی، مگر سرکار کی شان دیکھیں کہ جب واقعی سب کو بھوک لگتی تب سرکار گاڑی رکوا دیتے اور کسی ہوٹل یا ڈھابے پر بس اتنی ہی دیر رکتے کہ لوگ کھانا کھا لیں، اس سے زیادہ نہیں رکتے، جیسے لوگ کھا لیتے فوراً سرکار فرماتے چلو جی جلدی کرو۔

سرکار سب جان لیتے تھے

اسی سفر کا واقعہ ہے کہ جہاں بھی گاڑی رکتی کھانے یا کسی ضرورت کے تحت ہمارے کونین بھائی دس پانچ منٹ کے لیے غائب ہو جاتے، ان کی وجہ سے اکثر چلنے میں دیر ہو جاتی، ایک بار سرکار نے پوچھا کیا بات ہے، ہم لوگوں نے عرض کیا سرکار کونین بھائی کسی ضرورت سے گئے ہیں، سرکار نے فرمایا آنے دو اس کو بتاتا ہوں، آنے دو ابھی، بہت پینے لگا ہے، بہت پیتا ہے۔

میں جلدی سے کونین بھائی کے پاس گیا اور کہا جلدی کیجیے، سرکار کو پتہ چل گیا ہے، کونین بھائی آدھی سگریٹ پھینک کر بھاگے، سرکار نے ان کو ہلکا پھلکا ڈانٹ کر سمجھا دیا۔

آئی بلا ٹل گئی

ہم لوگ سفر کرتے ہوئے فیض آباد والے روڈ پر پہنچے، اسی وقت میرے آگے ایک لال کلر کی قوائس گاڑی آگئی، اب میری بھی گاڑی قوائلس، سامنے وہی گاڑی دیکھ کر کمپٹیشن کا شوق پیدا ہوا، میں نے تیزی سے گاڑی بھگانا شروع کیا، انور بھائی نے سمجھایا کہ دیکھ بھئی گاڑی میں سرکار آرام فرما ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ یہ گاڑی نہ دِکھنے والی مخلوق کے درمیان چل رہی ہو، اس لیے بہت احتیاط سے گاڑی چلاؤ، میں نے سن کر فوراً اسپیڈ کم کر دی، ابھی میں نے گاڑی کی رفتار دھیمی کی ہی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں کہ آگے والی گاڑی ایک دوسری گاڑی سے جا ٹکرائی اور وہ تیسری سے، اور تیسری جاکر ایک لاری میں گھس گئی، میرا دل دَہل گیا، اور رب کا شکر ادا کیا کہ ممکن تھا کہ میرا بھی یہی حشر ہوتا۔

منزل مقصود آگئی

اللہ اللہ کرکے ہم لوگ پیرا کنک سرکار کے گھر پہنچے، لوگوں نے آگے بڑھ کر اتارنا چاہا، مگر سرکار نے سب کو جھڑک دیا، اور لاٹھی لے کر گھر کے اندر جاکر بیٹھ گئے۔

سرکار نے اس وقت ہم سب کے لیے ایک جملہ فرمایا تھا، ہم سب کا دل باغ باغ ہو گیا، سرکار کی محبت دل میں رچ بس گئی، سرکار نے فرمایا کہ "یہ ہمارے مہمان ہیں ان کی ضیافت کرو" اتنا سننا تھا کہ دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا، سر فخر سے بلند ہو گیا، کہ ہم اتنی اونچی ہستی کے مہمان جو ٹھہرے۔

اس دن کھانا جو ملا بہت لذیذ، سرسوں کا ساگ تیل میں بھونا ہوا، اور دہی ملائی دار، کیا ذائقہ تھا، آج تک وہ ذائقہ بھولا نہیں۔

میری اہلیہ سرکار سے مرید تو نہیں تھی، مگر بڑی عقیدت مند تھی، سرکار بھی اس کو اچھی طرح سے جانتے پہچانتے تھے، اس پر بڑی شفقت فرماتے تھے، سرکار کی زندگی میں کئی بار سوچا کہ اس کو مرید کرا دوں مگر اس کا نصیب نہیں تھا، اس لیے کبھی اس کا اتفاق نہیں ملا۔

ایک بار اس کی طبیعت خراب ہوگئی، لوٹس کالونی میں ایک کلینک تھی، اسی میں چانچ وغیرہ کرایا تو پتہ چلا کہ پیٹ میں ایک گیند کے برابر گانٹھ ہے، اور بغیر آپریشن کے کوئی چارہ نہیں، میری اہلیہ رونے دھونے لگی کہ میں نے کسی کا برا نہیں کیا، پھر یہ مصیبت میرے سر کیوں آئی، میں نے اسے سمجھایا کہ پریشان مت ہو، سب ٹھیک ہوجائے گا۔

ایک دن اس کے ذہن میں آیا چلو پیر صاحب کو دکھالیں، ہوسکتا ہے انھیں کی دعا سے کچھ فائدہ مل جائے، میں نے کہا چلو اچھی بات ہے ان کو بھی دکھا لیتے ہیں، ہم لوگ گئے، اس وقت سرکار خانقاہ میں بیٹھے تھے، ہم لوگ گئے تو وہاں کوئی نہیں تھا، سرکار سے ہم نے سلام کیا، اور بیٹھ گئے، میری اہلیہ نے سرکار سے اپنی پریشانی بیان کی، سرکار نے فرمایا کہ ٹھیک ہوجائے گا، میں نے اہلیہ سے کہا اب تو ٹینشن مت لے، اب ٹھیک ہوجائے گا، اس نے کہا کہ پھر اس گانٹھ کا کیا ہوگا، میں نے کہا بس تو دیکھتی جا، سب ٹھیک ہوجائے گا۔

خیر ایک دن ہم نے ایک لیڈی اسپشلسٹ ڈاکٹر کو دکھایا، اس نے رپورٹ دیکھی، کہا کہ اس رپورٹ پر مجھے بھروسا نہیں، اب میرا ماتھا ٹھنکا، میں سمجھ گیا کہ پانسہ پلٹ رہا ہے، میں نے فوراً جاکر دوسری رپورٹ نکلوائی، اللہ کی قدرت، پیر صاحب کی عنایت کہ گانٹھ گیند کے برابر تھی اب وہ چنے کی دال کے برابر تھی، میں اور میری اہلیہ دونوں دنگ تھے، اور پیر صاحب کے تصرف باطنی پر حیران، کہ واقعی پیر صاحب نے کہا تھا آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی سب ٹھیک ہوجائے گا، وہ گانٹھ چند دن کی دوا سے صحیح ہوگئی، آج بھی الحمد للہ! ہم پیر صاحب کی اس کرامت کے گواہ ہیں۔

ایک اور کرامت

ایک بار حضرت گھر جا رہے تھے، باندرہ سے آٹھ بجے کی ٹرین تھی، اس وقت میں شیواجی نگر میں رہتا تھا، میرے پاس اسکوٹر تھی، مجھے معلوم ہوا تو اپنی اسکوٹر سے اپنی اہلیہ کے ساتھ شیواجی نگر سے نکلا، شیواجی نگر سے باندرہ کم از کم ڈیڑھ گھنٹے کا سفر تھا، میں سات بجے

نکلا، میرے پاس کل ایک گھنٹہ تھا، اوپر سے ٹریفک جام تھی، خیر اللہ کا نام لے کر میں نکلا، سائن سے دھاراوی پہنچا، تو ٹریفک دیکھ ہمت جواب دے گئی، مگر پیر صاحب کی محبت تھی کہ بس چلے جارہے تھے، بہر حال جیسے تیسے کر کے ہم باندرہ اسٹیشن پہنچے، دیکھا ٹرین چھوٹ چکی تھی، پھر بھی ہم لوگ بریج سے دوڑتے جارہے ہیں کہ کسی طرح ملاقات ہو جائے، اللہ کی قدرت دیکھیں کہ ابھی انجن والا ڈبہ ہی پلیٹ فارم سے آگے بڑھا ہوگا کہ فوراً سگنل ہوگیا، اور ہماری محبت کی لاج بچ گئی، دیکھا تو ٹرین رک چکی تھی، ہم لوگ دوڑ کے سرکار کی بوگی میں گئے، اچھی طرح سے ملاقات کی، میں اور میری اہلیہ نے تحفہ وغیرہ پیش کیا، سرکار نے دعائیں دیں، اور بس جب ملاقات ہو چکی ٹرین چھوٹ گئی، ہم لوگ نیچے اترے، میں نے اپنی اہلیہ کو دیکھ کر کہا دیکھا یہ تیری محبت و عقیدت کی کشش تھی کہ سرکار نے ٹرین رکوادی، بلاشبہ محبت و عقیدت میں بہت دم ہے۔

شعیب اسکول والا

جب میں نیانیا مرید ہوا تو سرکار مجھے شعیب بھائی کہہ کر بلاتے تھے، میں نے دیکھا کہ ہر بھائی کو سرکار نے لقب دے رکھا تھا، مثلاً یوسف بنگالی، عثمان بھائی کرلے والا، وغیرہ وغیرہ، ایک دن سرکار نے مجھے بلانے کے لیے بھیجا، لوگوں نے پوچھا کون شعیب بھائی سرکار؟ سرکار نے فرمایا بے ہودہ وہ شعیب اسکول والے، لوگوں نے آکر مجھے بتایا کہ سرکار نے تمھیں ٹریڈ مارک دے دیا ہے، میں نے کہا، کیا ہے، لوگوں نے کہا سرکار نے تمھیں ”اسکول والے“ کا لقب دیا ہے، میں تو خوش ہوگیا، کہ چلو اپنا تو فکس ہوگیا، اب کوئی بھی مجھے اسکول سے ہٹا نہیں سکتا ہے، پوری زندگی کے لیے میں اسکول والا ہوگیا۔

اس کے بعد الحمد للہ! اسکول پر بہت ساری مصیبتیں آئیں، لیکن مجھے یقین تھا کہ کچھ نہیں ہوگا، سرکار نے مجھے اسکول والا کہا ہے، اس کے بعد سرکار مجھے شعیب اسکول والا ہی کہہ کر بلاتے تھے۔

جالڑکا ہوگا

ایک بار میں اور میری اہلیہ دونوں سرکار سے ملاقات کرنے گئے، نیت تھی آج سرکار کچھ عنایت فرمادیتے تو بہت اچھا تھا، اس وقت میری صرف ایک بیٹی تھی، چھ، سات سال کی، دل میں خواہش تھی کہ کاش ایک بیٹا ہوجاتا، خیر ہم سرکار کے یہاں پہنچے، سرکار نے پوچھا شادی ہوئے کتنے دن ہوئے، میں نے عرض کیا اتنے دن، بچے کتنے ہیں؟ سرکار کا اگلا سوال تھا، میں نے عرض کیا، صرف ایک بچی، سرکار نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا، میری اہلیہ پڑھائی کر رہی ہے، یہ بی۔ایڈ کر رہی ہے، سرکار نے فرمایا، چپ بے ہودہ، پڑھائی کر رہی ہے، میں نے عرض کیا سرکار ایک لڑکا ہوجاتا تو اچھا ہوتا، سرکار نے فرمایا ٹھیک ہے، میں نے عرض کیا سرکار جائیں، فرمایا جاؤ، میں نے عرض کیا سرکار لڑکا؟ فرمایا، ہاں جاؤ، باہر نکل کر میں نے اہلیہ سے کہا اب کنفرم ہوگیا، ہم بہت خوش تھے، اللہ کا کرم کہ اگلی بار ہمارے یہاں لڑکا ہی ہوا، اس طرح سرکار کی زبان پوری ہوئی، میں نے مٹھائی سرکار کی خدمت میں بھی بھجوائی تھی۔

اس طرح میرا لڑکا سرکار کی یادگار اور ان کی دعا کا نتیجہ ہے۔

دماغی بیماری ٹھیک ہوگئی

ہمارے ایک پیر بھائی ہیں، جمیل فریزر والے، ان کا ایک لڑکا تھا، اس کو کچھ دماغی پریشانی تھی، اکثر بیمار رہتا تھا، وہ خود بھی حضرت سے مرید تھا، مگر خانقاہ میں کم ہی آتا جاتا تھا، مجھے پتہ چلا تو میں ساتھ میں لے کر سرکار کی خدمت میں آیا، چند بار حاضری کے بعد وہ بچہ بالکل ٹھیک ہوگیا۔

سرکار کا ادب

سرکار سب کو نہیں ڈانٹتے، بس کسی ایک کو ڈانٹتے، اور سب مارے خوف وادب کے چپی سادھ لیتے، ایک سوئی بھی گر جائے تو آواز آتی تھی، سرکار سے سب ڈرتے بھی تھے، ادب بھی کرتے، اور میرے لحاظ سے یہ ادب اور محبت ہی تھی، ان کو اس کا حق بھی تھا کہ وہ ہمارے روحانی

باپ تھے، بلاشبہ انہیں ڈانٹنے کا حق حاصل تھا، مگر وہ جتنا ڈانٹتے اتنا پیار بھی کرتے تھے۔

اللہ اللہ میری فیروز بختی

سرکار ایک بار عمرہ کے لیے گئے، واپس آئے، سب کو تحفے دیے، کسی کو کسی کے ہاتھ سے، کسی کو کسی کے ذریعہ، مگر میری خوش نصیبی کہ سرکار نے مجھے حجرہ میں اپنے ہاتھ سے تحفہ عنایت فرمایا، اس پر آج بھی مجھے ناز ہے، اس وقت سرکار نے مجھے کھجور اور آپ زم زم عطا فرمایا تھا۔

کیس حل ہو گیا

میں بہت دنوں سے ایک کیس میں مبتلا تھا، لاکھ جتن کے باوجود وہ حل نہیں ہو پا رہا تھا، مگر پیر صاحب کا کرم کہ وہ کیس حل ہو گیا، یہ ان کی دعاؤں کا صدقہ تھا۔

آسیب جاتا رہا

میرے ایک رشتے دار تھے، ان کی لڑکی تھی جس پر کچھ آسیبی اثر تھا، بہت پریشان تھے، بچی کا چہرہ کالا ہو گیا تھا، بابا دائی سب فیل، میرے کہنے پر وہ پیر صاحب کے یہاں لے کر آئے، میں تو اس مجلس میں نہیں تھا، مگر یہ یوسف بھائی گواہ ہیں، سرکار نے ایک موم بتی جلوائی، اور اس کے سامنے رکھی، پھر کچھ پڑھا، اور اس کے بعد وہ بچی ایک دم ٹھیک ہو گئی۔

{...}

بسم الله الرحمن الرحيم
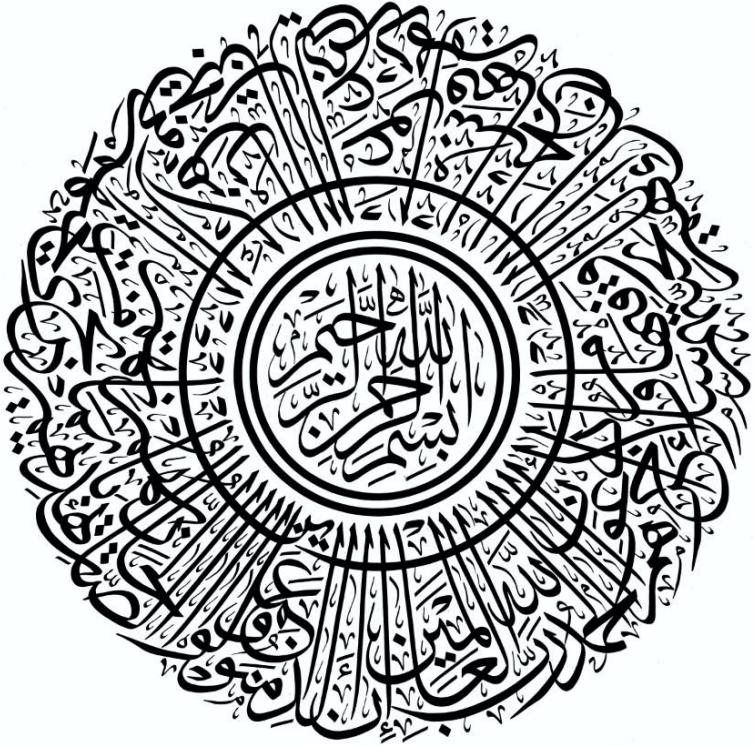
شیخ عبدالوہاب ابن عبدالحمید

☆پتہ: پلاٹ نمبر ۸، درگاہ شیوا سنگھ، شیوا جی نگر، گونڈی، ممبئی ۴۳

☆پیشہ: نوکری

☆موبائل نمبر: ۷۵۰۶۵۸۵۵۳۹

جھلکیاں

☆تعارف
☆پہلی ملاقات
☆کچھ کرتے رہنا چاہیے
☆راہِ راست پر آگیا
☆نئے مریدین پر خصوصی توجہ
☆میری خوش قسمتی

تعارف

میرا نام شیخ عبدالوہاب، والد صاحب کا نام عبدالحمید ہے، شیواجی نگر ہی میں پیدا ہوا، ممبئی ہی میں پرورش ہوئی، میرے والد کو سلسلہ قادریہ چشتیہ سے خلافت ملی تھی، ہمارا پورا گھر سلسلہ قادریہ سے جڑا تھا۔

پہلی ملاقات

میں پہلے تو سلسلۂ قادریہ میں مرید تھا، مگر ایک بار روحانی علاج کے لیے قلندری سلسلہ سے جا کے بیعت ہو گیا، مگر میرا اپنا حال کچھ عجیب سا تھا، مرید تو ہو گیا مگر دل مطمئن نہیں تھا، کیوں کہ وہاں پر صرف قول تھا، عمل نہیں تھا، نماز وغیرہ کی بھی پابندی نہیں تھی، اس لیے مجھے دلی اطمینان نہیں مل رہا تھا، میں اس حوالے سے بہت پریشان تھا۔

اتفاق سے ایک دن میری ملاقات انور بھائی جو سرکار کے خلیفہ ہیں ان سے ہوئی، میرے ہمراہ میرا ایک دوست بھی تھا، جس کا نام عثمان تھا، ہم سب کو لے کر انور بھائی سرکار کی خدمت میں پہنچے، اس وقت آپ کی آنکھوں کی بینائی کچھ کم ہو گئی تھی، نہایت سادگی اور وقار کے ساتھ سرکار بیٹھے تھے، دیکھتے ہی دل میں عقیدت پیدا ہو گئی، سرکار نے دیکھتے ہی بڑی محبت و شفقت کے ساتھ بیٹھنے کے لیے فرمایا، اور پہلی ہی ملاقات میں بہت پیار دیا، ہم کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی، انور بھائی نے حضرت سے عرض کیا کہ سرکار یہ عبدالوہاب بھائی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، سرکار نے فرمایا پوچھو، میں نے عرض کیا کہ میں پہلے قادریہ چشتیہ سلسلے سے بیعت تھا، پھر قلندریہ سلسلے سے مرید ہوا، مگر میرا دل مطمئن نہیں، کیا اس سلسلے سے میرا مرید ہونا ٹھیک ہے؟ سرکار نے فرمایا ٹھیک ہے، آپ جہاں سے مرید ہیں وہیں سے رہیئے، پھر تھوڑی دیر بعد سرکار نے فرمایا کہ مگر یہ سلسلہ اب بانجھ ہو چکا ہے، موجودہ کڑی سے پہلے کی جو کڑی تھی وہ بافیض تھی، مگر اب یہ سلسلہ بانجھ ہو چکا ہے، روحانیت منقطع ہو چکی ہے، اسی لیے وہاں عمل اور

روحانیت نہیں ہے، اسی لیے تمھیں سکون بھی نہیں مل رہا ہے، میں نے عرض کیا سرکار پھر کیا کروں؟ سرکار نے فرمایا جاؤ مرید ہو جاؤ، یہی جملہ تھا سرکار کا، سرکار نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے مرید ہو جاؤ، بلکہ فرمایا جاؤ کہیں بھی مرید ہو جاؤ، میں نے عرض کیا سرکار پھر آپ مجھے مرید کر لیجیے، سرکار نے مجھے مرید کر لیا، اس طرح سے میری پہلی ملاقات سرکار سے ہوئی۔

کچھ کرتے رہنا چاہیے

شروع میں جب میں مرید ہوا، اس وقت میں رکشہ چلوانے کا کام کرتا تھا، میرے پاس کچھ رکشے تھے، انہیں کو چلواتا تھا، مجھے اس بارے میں کافی نالج اور جان کاری تھی، سرکار کی خدمت میں جب میں جاتا تو سرکار سب سے پوچھتے تھے آج تم کتنا کمائے، کوئی کہتا پانچ سو، کوئی چار سو، کوئی تین سو، مجھ سے سرکار پوچھتے کتنا کمایا، میں عرض کرتا سرکار تین سو کمایا یا دو سو، پھر یہ خیال آتا کہ میں نے کہاں کمایا ہے، یہ دوسروں کی کمائی ہے، جسے میں اپنی کمائی کہہ رہا ہوں۔

بہر حال سرکار مجھ سے فرماتے کہ کچھ کرتے رہنا چاہیے، اور محنت کرو، اور کماؤ، مضبوط بنو، وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، کچھ کرتے رہنا چاہیے۔

اسی درمیان میری ایک چھوٹی سی نوکری لگ گئی، دو ڈھائی ہزار روپے ماہانہ تنخواہ پر، سرکار کو معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔

راہ راست پر آگیا

اسی دوران جب میں نیا نیا مرید ہوا تھا، میرا راستہ تھوڑا بگڑ گیا تھا، سرکار نے مجھے سمجھایا بجھایا، اللہ کا کرم کہ میں راہ راست پر آگیا، اور پیر صاحب کی نگاہ عنایت سے الحمد للہ اب تک صحیح راستے پر چل رہا ہوں۔

نئے مریدین پر خصوصی توجہ

سرکار یوں توسب پر خصوصی توجہ دیتے تھے، مگر آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جو نیا نیا

داخل سلسلہ ہوتا اس کے ساتھ کچھ زیادہ محبت سے پیش آتے ، مثلا میں ہی جب شروع میں بیعت ہوا، سرکار مجھ سے بے پناہ محبت فرماتے، جب بھی دیکھتے، فرماتے آؤ، آؤ وہاب آؤ، بھائیوں سے فرماتے جاؤ چائے وغیرہ لاؤ جی، وہاب آئے ہیں، سرکار کی یہ عادت کریمہ اس لیے تھی کہ جو نیا مرید ہوا سے اجنبیت کا احساس نہ ہو، وہ سرکار کی محبت سے مانوس ہوجاتا، اور پھر خانقاہ میں آنے جانے میں جھجھک محسوس نہیں کرتا تھا۔

میری خوش نصیبی

ایک دن سرکار اچانک بولے کہ میں ''ریوا'' جانے والا ہوں (ریوا، ایم پی میں ایک گاؤں ہے وہاں سرکار کے بہت سارے مریدین ہیں، جیسے یہاں سرکار آتے جاتے رہتے تھے، ویسے ہی وہاں بھی آتے جاتے تھے) تمام پیر بھائیوں کو اطلاع دی گئی کہ سرکار ریوا جا رہے ہیں، مجھے بھی فون گیا، میں بھی سرکار سے ملاقات کرنے خانقاہ آیا، عموماً سرکار جب کہیں آتے جاتے تمام پیر بھائی ملنے آتے تھے، میں پہنچا اپنے ساتھی عثمان کے ساتھ تو دیکھا کہ خانقاہ میں سب لوگ پریشان تھے، میں نے کہا کیا بات ہے، یوسف بھائی بولے سرکار ریوا جا رہے ہیں اور کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے راضی نہیں، جو بھی پوچھتا ہے کہ سرکار میں ساتھ میں چلوں اس کو ڈانٹ کر بھگا دیتے ہیں۔

یوسف بھائی نے کہا آپ جا کر پوچھ لو، ہوسکتا ہے آپ کو ساتھ لے جانے پر راضی ہو جائیں ، ڈرتے ڈرتے میں قریب گیا، پوچھا سرکار میں ساتھ میں ریوا چلوں ؟سرکار تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا ہاں چلو تم ساتھ چلو، میں خوش ہوگیا، اپنی خوش قسمتی پر ناز کیا، جلدی جلدی گھر گیا، اس وقت کاروبار کر رہا تھا یا جاب میں تھا صحیح یاد نہیں، تاہم میں نے اپنا کام چھوڑ دیا، میرے ساتھ میں عثمان بھائی تھے وہ جانے سے منع کر دیے گئے، میں گھر گیا، بیگ وغیرہ درست کیا، اسٹیشن پر پہنچا، سرکار کا بستر لگا ہوا تھا، آرام سے لیٹے تھے، میں نے جا کر ایک بار پھر پوچھا سرکار ساتھ میں چلوں ؟سرکار نے فرمایا ہاں چلو، میں خوش ہوگیا، ٹکٹ وغیرہ لے کر ساتھ میں سفر شروع کیا۔

{...}

لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين
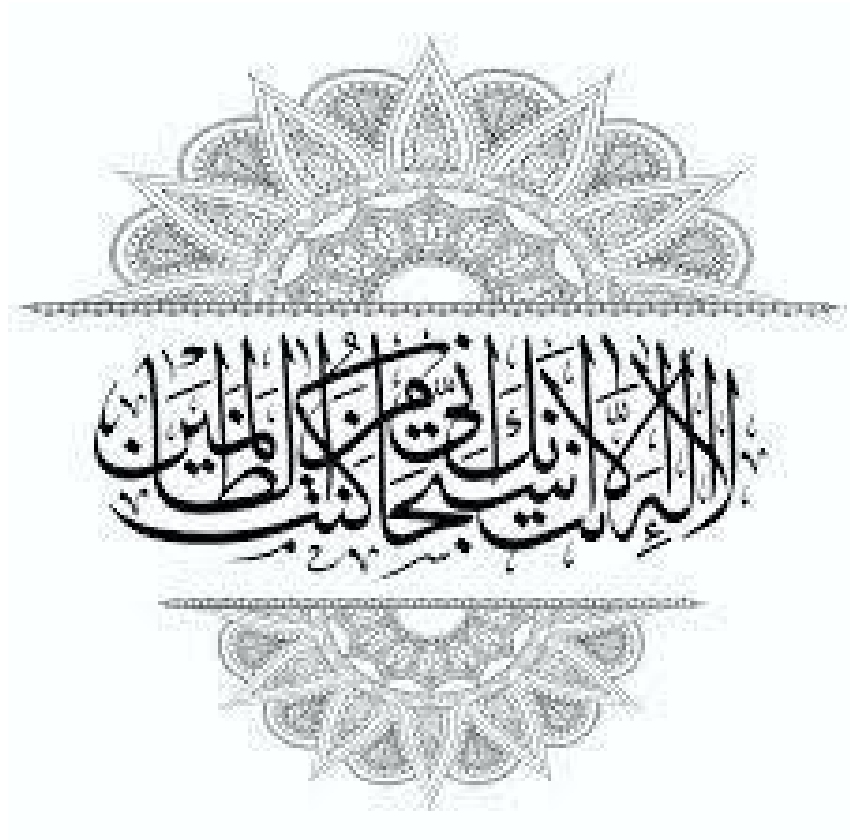
مجلس

فاروق بھائی، جمیل بھائی، تواب بھائی

جھلکیاں

☆غیرت ارادت
☆ایسا مرید بنو
☆ان کے غلاموں کی شان
☆تیری زلفوں کے سب اسیر ہوئے
☆بدمذہب بھی سرکار کا ادب کرتے تھے
☆جذبہ شکرِ الٰہی
☆تری ہمت کو سلام
☆قلبی خواہشات کی تکمیل
☆کھویا سامان مل گیا
☆بزرگوں کے آپسی تعلقات
☆بہت پٹُھّر (چالاک) ہے
☆سرکار کا تقویٰ
☆سرکار کا عفوو درگزر
☆شاہدہ آپا کی پہنچ
☆دلی ارادوں کو جان جاتے تھے
☆اہتمام نماز
☆ملت کا درد
☆جب تمھیں یاد کیا
☆بہت صحیح جگہ مرید ہوئے ہو
☆ایک حیرت ناک واقعہ

غیرت ارادت

ہمارے ایک پیر بھائی تھے، شبیر بھائی کر کے، ایک بار ایک دکان دار نے ان سے کہا یار شبیر یہ تم کیا پہنے ہو، یہ یہودیوں، نصرانیوں جیسا لباس ہے، شبیر بھائی غصہ میں آگ بگولا ہو گئے، فرمایا تم کہتے ہو کہ یہ یہودیوں، نصرانیوں کا لباس ہے، اس لباس کو تو میرے پیر و مرشد پہنتے ہیں، تم پینٹ شرٹ پہنتے ہو، کہتے ہو بڑا مہذب لباس ہے، بات آئی گئی ختم ہو گئی۔

ایک دن مذاق مذاق میں اس نے پھر ٹوک دیا شبیر بھائی کو، شبیر بھائی نے استرہ لے کر اس کو دوڑا لیا، آج تجھے جان سے نہ ماروں تو شریف القادری کا مرید نہیں، بڑا ہنگامہ ہو گیا، اتنے میں مولانا عبد المصطفیٰ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، شبیر بھائی کو پکڑا اور اندر لے گئے، سمجھایا بجھایا، اور کہا چلو آج میں آپ کی ملاقات حضرت صوفی نظام الدین صاحب سے کرواتا ہوں۔

شبیر بھائی کو لے کر وہ حضرت صوفی نظام الدین صاحب قبلہ کے یہاں لے کر گئے، اس وقت صوفی صاحب ممبئی آئے ہوئے تھے، جب صوفی صاحب نے دیکھا تو فرمایا آؤ، آؤ، ادھر آؤ، قریب گئے، پوچھا کس کے مرید ہو، کہا کہ حضرت شریف القادری کا مرید ہوں، بہت خوش ہوئے، سینے سے لگایا، پیٹھ ٹھونکی اور دعا دی کہ اللہ اپنا فضل فرمائے خوش رہو، ایسے ہی مرید ہونا چاہیے، ایسے ہی مرید ہونا چاہیے۔ صوفی صاحب اسی جملے کو دہراتے رہے۔ (فاروق بھائی)

بہت پخُتر (چالاک) ہے

براؤں شریف کے خلیفہ صاحب، صوفی صدیق صاحب علیہ الرحمہ بڑی نامور ہستی ہے، آپ مدن پورہ میں بڑی مسجد کے سامنے بیت المال میں تقریباً بائیس دن قیام فرماتے تھے۔

محرم میں ایک بار میں اختر بھائی کے ساتھ حضرت کی زیارت کے لیے گیا، وہاں پر آپ کی کرامت دیکھی، آپ کی خدمت میں سیٹھ اور امیر لوگ کھانا وغیرہ لا کر رکھ جاتے،

آپ فقیروں غریبوں کو کھلاتے رہتے تھے، ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے اور لائن سے کھانا کھلاتے لوگوں کو۔

ایک دن ایک سیٹھ آیا، اس نے کھانا کھلایا لوگوں کو مگر خلیفہ صاحب کی مرضی کے مطابق نہیں کھلایا، آپ جلال میں آ گئے، تکیہ کے نیچے ہاتھ ڈالا، اس کے نیچے سے پیسہ نکالا، بولے یہ سیٹھ لوگ پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتے ہیں، ڈھنگ سے غریبوں کو کھانا بھی نہیں کھلاتے، غلام حسین جو کہ آپ کے خادم تھے، ان سے فرمایا یہ لے گن کتنا روپیہ ہے، غلام حسین نے گن کر عرض کیا پانچ سو ستر روپے، فرمایا دھت، دوسرے کو دے، وہ گنے، دوسرے نے گنا تو ایک ہزار ستر، تیسرے نے گنا تو پندرہ سو ستر اسی طرح یہ پیسہ بڑھتا رہا، اب میرا نمبر آیا خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ تو بھی گن، میں نے عرض کیا سرکار میں آپ کا پیسہ نہیں گن سکتا، سرکار نے برجستہ فرمایا ہاں بہت چُتّر ہے، شریف القادری کا مرید ہے نا، بہت چتر ہے، شریف القادری کا مرید ہے۔[جمیل بھائی]

ایسا مرید بنو

شبیر بھائی کا بیان ہے کہ ایک بار میں گونڈہ گیا، میناشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، وہاں ان کے صاحبزادے اپنے مریدین کے درمیان بیٹھے تھے، مجھے راستے وغیرہ کے بارے میں معلوم نہیں تھا، تو سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ بابو کیا بات ہے، راستہ وغیرہ کے بارے میں پریشان ہو، اپنا ایک مرید انھوں نے میرے ساتھ کر دیا، اور فرمایا کہ ان کو مزار پر لے جاؤ، اور جب فارغ ہو جائیں ان کو واپس لے آؤ، میں گیا، اور فاتحہ وغیرہ پڑھ کر واپس آیا، بات چیت چل رہی تھی، سجادہ نشین صاحب اپنے مریدین سے بار بار یہی فرما رہے تھے، ایسا مرید بنو، ایسا مرید بنو۔[بروایت جمیل احمد]

سرکار کا تقویٰ

یہ شبیر بھائی ہیں ہمارے، ان کی حجامت کی دوکان تھی، اکثر پیر بھائی ان کی دوکان پر آکر بیٹھتے تھے، چونکہ شبیر بھائی خود داڑھی والے تھے اس لیے شیونگ کے لیے بہت کم لوگ جاتے

تھے ان کی دوکان پر، ایک دن سرکار کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہمارے دھندے میں کافی مندی ہے، کچھ دعا فرمادیں، سرکار نے فرمایا چپ بے ہودہ، کیا میں یہ دعا کروں کہ تو داڑھی مونڈے، زیادہ لوگ تیرے یہاں داڑھی مونڈانے آئیں، جا دوسرا دھندا کر اس کے لیے میں دعا کر سکتا ہوں۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے [فاروق بھائی]

ان کے غلاموں کی شان

ایک دن یوسف بھائی، ایوب بھائی وغیرہ بیٹھے تھے، اتنے میں ایک بابا آیا چولا پہن کر، لمبی چوڑی ہانکنے لگا، سب لوگ سہم گئے، سوچا کہ بہت پہنچا ہوا بابا ہے بھئی، اتنے میں شبیر بھائی جو پیچھے کہیں کھانا بنا رہے تھے، جب دیکھا کہ بابا نے سب کو گیئر میں لے لیا ہے، تب باہر نکلے اور فرمایا نالائق چولا پہن کر بابا بنتا ہے، تیری بیوی فلاں کے ساتھ بھاگ گئی تھی، آیا ہے بابا بننے، اتنا سننا تھا کہ وہ ڈھونگی بابا نو دو گیارہ ہو گیا، سرکار کو اس واقعہ کا علم ہوا تو شبیر بھائی کو بہت ڈانٹا تھا۔

یوں ہی سرکار کے ایک مرید تھے، وہ بھی پہلے بہت بول وچن دیتے تھے، دس نمبر میں رہتے تھے، سرکار نے ان پر خاص نگاہ عنایت کر دی تھی، جس کی وجہ سے ان کو اتنا تصرف حاصل ہو گیا تھا کہ اگر کہہ دیتے کہ پانی بند تو ٹوٹی بند ہو جاتی، اور اگر کہتے چالو تو پانی چالو ہو جاتا، جب بہت زیادہ کرامت دکھانے لگے تو سرکار نے ان سے چھین لیا، اب وہ پاگل کی طرح ہو گئے، دن بھر گلاس لے کر اسی کو ٹھونکتے رہتے تھے۔ [فاروق بھائی]

سرکار کا عفو و درگزر

ہمارے سلسلے کی ترقی دیکھ کر بہت سارے حاسدین بھی پیدا ہو گئے تھے، سب ہم پر طنز کرتے تھے، ہمیں برا بھلا کہتے تھے، مگر ہمارے سرکار فرماتے صبر کرو، اللہ خود ان کا حساب فرمائے گا، فرماتے میں نے اپنے ہاتھ پر نہیں سرکار غوث پاک کے ہاتھ پر مرید کیا ہے، وہی دیکھیں گے، ہمیں کچھ نہیں کرنا ہے۔

اگر کوئی سرکار سے کہتا کہ فلاں ایسا ایسا کہہ رہا تھا، سرکار فرماتے چھوڑو، کہنے دو، تم اپنا کام کرو، دنیا سے کیا لینا دینا، کچھ بھی نہیں بولنا، بس صبر کرو [فاروق بھائی]

تیری زلفوں کے سب اسیر ہوئے

ایک ہماری پیر بہن تھیں شاہدہ آپا، کافی خوش حال گھرانے کی کھاتی پیتی خاتون تھیں، تعلیم یافتہ بھی تھیں، ان کے شوہر بھی ایک حافظ تھے، دنیوی علوم سے بھی آراستہ تھے، انگریزی خوب فرّاٹے سے بولتے تھے۔

ایک بار کسی کام سے ان کے یہاں جانا ہوا کالینہ میں، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہاں رہتے ہو، میں نے کہا شیواجی نگر گوونڈی میں، انھوں نے کہا وہاں لوٹس کالونی میں ایک قادر بابا رہتے ہیں، میں بولا ہوں گے، بولیں کہ وہ بہت تعویذ وغیرہ لکھتے ہیں قبر میں رکھنے کے لیے، میں نے کہا ہو سکتا ہے، سچ یہ ہے کہ مجھے اپنے پیر کے سامنے کسی کی تعریف اچھی ہی نہیں لگتی تھی، میں نے کہا ہو گا کوئی بابا، ہاں اسی جگہ شیواجی نگر میں میرے پیر و مرشد رہتے ہیں، یہ نام ہے ان کا، ان کے اندر یہ خوبیاں ہیں، اتنا سن کر وہ شاہدہ آپا، بے قرار ہو گئیں، کہا مجھے مرید ہونا ہے آپ کے پیر صاحب سے، مجھے مرید کراؤ، میں کسی دن آؤں گی، اپنے سرکار سے میری ملاقات کرا دینا۔

ایک دن شاہدہ آپا اپنی ماں اور بیٹی کے ساتھ یہاں گوونڈی شیواجی نگر میں آئیں، اور مجھے ساتھ لے کر خانقاہ گئیں، سرکار سے مرید ہوئیں، سرکار سے مصافحہ کرنا چاہا، سرکار نے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے بجائے چُنری بڑھا دی، اور اسی سے فیض پہنچایا۔

دوبارہ شاہدہ آپا سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں پیر صاحب تک پہنچایا، اس لیے آپ کا بہت بہت شکریہ، پیر صاحب سے میری ایک بات بول دینا اور ان سے کہہ دینا کہ مجھے معاف کر دیں گے، میں نے پوچھا کون سی بات، تو شاہدہ آپا بولیں کہ ایک بار میں اجمیر شریف گئی تھی، وہاں سے جے پور گئی، وہاں پر ایک پنڈہ ملا، اس سے میں نے پوچھا کہ تم

لوگ کس طرح کا عمل کرتے ہو، اس نے بتایا کہ یہ ایک کتاب ہے، اس میں سب لکھا ہے، اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرو تو بہت ساری نادیدہ طاقتیں تمھارے قابو میں آجائیں گی، میں نے وہ کتاب لے لی، اس میں کچھ منتر تھے، کچھ قرآنی آیات تھیں، جنھیں الٹ کر پڑھنا تھا، میں کتاب لے کر آئی، اپنی بیٹی کو سہیلی کے گھر بھیج دیتی، اور گنگا جل، تانبے کا برتن، اور گئو مُتر وغیرہ لے کر میں بیٹھ جاتی اور اس کتاب کی روشنی میں عمل شروع کرتی، دھیرے دھیرے طاقتیں میرے قابو میں آتی گئیں، اور پھر میں مشہور ہوتی گئی، بڑے بڑے مارواڑی اور رئیس لوگ آتے تھے میں ان کا کام کر دیتی تھی، یہ میرا بڑا گھناونا عمل تھا، جس کا مجھے ہمیشہ پچھتاوا رہے گا، اپنے پیر صاحب سے کہہ دینا کہ میں اس سے توبہ کر رہی ہوں، مجھے معاف کر دیں گے، میں نے سرکار سے بعد میں اس کا ذکر کیا، سرکار نے فرمایا اور کیا بولی، میں نے کہا بس یہی باتیں تھیں، سرکار نے فرمایا ٹھیک ہے۔ [فاروق بھائی]

شاہدہ آپا کی پہنچ

ایک بار سرکار کو عمرہ پر جانا تھا، ٹکٹ کا مسئلہ پھنسا تھا، اس وقت اکیلے ٹکٹ نہیں مل رہا تھا، ساتھ میں کسی کو جانا ضروری تھا، ہمارے سرکار اکیلے جانا چاہ رہے تھے، سرکار کی خواہش کا علم شاہدہ آپا کو ہوا تو انھوں نے کہا ٹھیک ہے، سرکار کی آرزو ضرور پوری ہوگی، انھوں نے فوراً ایک ذکا بھائی تھے، ان کی بھی کافی پکڑ تھی، ان سے رابطہ کیا، اور کہا کہ میرے پیر صاحب کا مسئلہ ہے، اس کو حل ہونا چاہیے، انھوں نے کہا ٹھیک ہے، ذکا بھائی پرسنل لے کر گئے ڈاکومنٹس کو اور ایرپورٹ پر مہر لگوا کے لے آئے، ادھر سرکار پہنچے، ایرپورٹ پر، کافی گہما گہمی تھی، وہاں بھی آپا نے مصافحہ کرنا چاہا، مگر سرکار نے منع فرمادیا، اور رومال بڑھا کر سلام لیا، [فاروق بھائی]

بدمذہب بھی سرکار کا ادب کرتے تھے

جیسے صوفی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ کا امرڈوبھا میں بدعقیدہ لوگ بھی احترام

کرتے تھے، حالاں کہ وہ ان کی تردید بھی کرتے تھے، اسی طرح ہمارے سرکار کا بھی یہاں کے بد عقیدہ لوگ بے حد احترام کرتے تھے۔

ہمارے سرکار تعویذ وغیرہ بہت کم لکھتے تھے، کچھ بھائی لوگ تھے جن کو سرکار سے اجازت حاصل تھی وہی لکھ کر دیتے تھے، بہت شدید ضرورت پڑتی تبھی کسی کو تعویذ دیتے تھے۔ ہندو وغیرہ پریشان ہوتے تو سرکار سے دعا کرواتے سرکار کی دعا سے انہیں آرام مل جاتا۔

دلی ارادوں کو جان جاتے تھے

اگر مجلس میں کوئی تعویذ کے ارادے سے آتا تھا تو سرکار محفل میں بول دیتے کہ ہمارے مرید چاہتے ہیں کہ ہم انھیں تعویذ دیں، کاروبار کریں، دین کی بات نہیں پوچھیں گے، اس ارادے سے خانقاہ میں نہیں آئیں گے۔

اسی طرح سے آدمی کوئی ارادہ لے کر آتا سرکار اسے بتادیتے تھے۔

جذبۂ شکر الٰہی

آخری وقت میں جب سرکار کی بینائی چلی گئی تھی، طبیعت کافی ناساز رہتی تھی، جانچ وغیرہ کی رپورٹوں سے کئی بیماریاں سامنے آتی تھیں، اس وقت سرکار کے پاس کوئی آتا تھا تو سرکار اسے ڈانٹ دیا کرتے تھے، پھر تھوڑی دیر بعد پوچھتے کیا حال چال ہے۔

ایک بار کافی تکلیف تھی سرکار کو، کراہ رہے تھے، درد کی شدت سے، بہت بے چینی محسوس کر رہے تھے، میں نے عرض کیا سرکار بہت تکلیف ہے؟ سرکار نے فوراً فرمایا نہیں جی، اللہ کا شکر ہے، سب ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں۔

اہتمام نماز

کبھی کبھی بیماری کی زیادتی کے سبب دو تین وقت کی نماز قضا ہو جاتی، مگر جیسے ہی ہوش آتا فوراً فرماتے ارے باپ رے نماز چھوٹ گئی، نماز چھوٹ گئی، یوسفوا، جلدی وضو کرا رے، وضو

کرارے، پیر صاحب وضو کرتے، اور جیسے بن پڑتا نماز پڑھتے۔

تری ہمت کو سلام

سرکار کی کڈنی خراب ہو گئی تھی، ڈائلسس ہوتا تھا، اکثر ہاسپٹل میں ہم لوگ سرکار کو لے کر جاتے، وہاں دیکھتے کہ ڈائلسس کے لیے دو سوئی لگاتے، ایک سے خون چڑھتا دوسری سے خون نکلتا تھا، یہ سوئی جب لگائی جاتی تو مریض چیخنے چلانے لگتے تھے، مگر پیر صاحب کی ہمت دیکھئے کہ بس سکون سے بیٹھے رہتے تھے، تکلیف کا ذرا احساس نہیں ہونے دیتے۔

وہاں کا اسٹاف سرکار سے بڑا متاثر تھا، سرکار کو ڈائلسس کے بعد بھوک لگتی، ہم لوگ انتظار میں رہتے تھے، جیسے بھوک لگتی باہر جاکر کچھ کھانے والی چیزیں لاتے، اسٹاف والے کہتے، گرو جی اپنے چیلوں سے کہو کچھ ہمیں بھی کھلائیں، سب آپ ہی کو کھلا دیتے ہیں، سرکار ہمیں تاکید کرتے کہ انہیں بھی لا کر کھلاؤ۔

ملت کا درد

سرکار بی بی سی لندن کی خبریں سنتے تھے، ایک دن سرکار ریڈیو پر خبریں سن رہے تھے، اچانک چیخ مار کر رونے لگے، ہم لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فلسطین میں اتنے مظلوموں کو شہید کر دیا گیا ہے، اس خبر کو سن کر سرکار ضبط نہیں کر پائے، اور چیخ نکل گئی، یوں ہی جب بابری مسجد شہید ہوئی، سرکار کو بہت تکلیف ہوئی، ایک بار ہم نے سرکار سے عرض کیا کہ دعا فرمادیں، کہ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، سرکار نے فرمایا یہ اللہ کا معاملہ ہے، اس میں دخل اندازی مناسب نہیں ہے، ہم لوگ اس میں مداخلت نہیں کر سکتے ہیں۔

قلبی خواہشات کی تکمیل

اسی مجلس میں ایک مرید بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہمارے ایک بھائی جو جدہ سعودی میں رہتے تھے، ہمارے پاس بیٹھے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ سعودی میں کچی پکی کھجوریں بہت

لذیذ اور مفید ہوتی ہیں، لوگ بڑے چاؤ سے انہیں کھاتے ہیں، کالی چائے کے ساتھ کھایا جاتا ہے، سردی زکام کے لیے بہت مفید ہے، یہ سن کر میرے دل میں رغبت ہوئی کہ میں بھی اس طرح کی کھجور کھاؤں۔

میری یہ خواہش دل میں چھپی تھی، کوئی جانتا نہیں تھا، لیکن ایک بار سرکار عمرہ گئے، اور واپس آئے، واپسی کے چھ دن بعد کسی نے مجھے بتایا کہ سرکار عمرہ سے واپس آگئے، چھ دن ہوئے، تم نے ملاقات نہیں کی، اتنا سننا تھا، میں سراپا اشتیاق بن کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گیا، دیکھا سب بیٹھے ہیں، سرکار کی خدمت میں، میں جاکر پیچھے بیٹھ گیا، سرکار نے اچانک شینل بھائی سے فرمایا کہ جاؤ ایک گول ساڈبہ رکھا ہے اسے لے آؤ، لے کر آئے، فرمایا کھولو اسے، کھولا تو دیکھا کہ وہی کچی پکی کھجوریں تھیں، میں حیرت میں پڑ گیا، سرکار کبھی اس طرح کی کھجوریں نہیں لاتے، اسی بار کیوں لائے، اور لائے بھی تو آج ہی کیوں میرے آنے پر اسے نکلوایا، چھ دن سے بچا کر کیوں رکھا، خیر سرکار نے فرمایا اسے تقسیم کردو، بانٹا گیا، نہ ایک کھجور کم نہ زیادہ، سب پر برابر تقسیم ہوگئیں، یہ سرکار کی دوسری کرامت تھی۔

جب تمھیں یاد کیا

بارہا مصیبت میں سرکار کو یاد کرنے سے مشکلات آسان ہوگئیں، ایک بار ممبئی جانے کے لیے ٹرین پکڑنے گورکھپور آرہا تھا، ساتھ میں ایک عورت بھی تھی، اس کا بوجھ الگ سے، ان دنوں ٹرینوں میں بھیڑ بہت ہوتی تھی، سیٹ بھی ریزرو نہیں تھی، آیا کسی طرح لائن میں لگ گیا، دیکھا پولیس والے پیسہ لے لے کر لوگوں کو سیٹ دلوا رہے تھے، میرے پاس بہت مختصر پیسہ تھا، ایسے میں سرکار کو یاد کیا، ان سے لو لگائی، اور ان کی مدد چاہی، اتنے میں چار لوگ آئے جو پہچان کے تھے، ان کا ٹکٹ کنفرم تھا، انھوں نے کہا ساتھ میں آرام سے چلے چلیے، میرے پاس فائن بھرنے کا پیسہ نہیں تھا، اس لیے معذرت کرلی، ابھی پس و پیش میں تھا کہ تین پولیس والے آئے اور بولے ارے چاچا ہم آپ کو کب سے تلاش رہے ہیں، چلیے آپ کو سیٹ دلا دیں، وہ ہمیں

لے کر گئے، اور آرام سے سیٹ پر بیٹھا دیا، میں نے ان کو سو روپے دے دیے۔

اس طرح پیر صاحب کی توجہ سے میرا معاملہ حل ہو گیا، سفر آسان ہو گیا۔ [ایک بھائی کی زبانی جو اس مجلس میں موجود تھے]

کھویا سامان مل گیا

سرکار کے ایک مرید تھے، دادا سرکار کے یہاں گئے غازی پور، وہاں کچھ مال بھی لے گئے تھے بیچنے کے لیے، اتفاق سے ان کا تھیلا ایک جگہ کوئی چرا کر بھاگ گیا، یہ غمگین ہو کر دادا سرکار کے یہاں گئے، وہاں بڑے حضرت ڈاکٹر سید قیام الدین صاحب نے تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں، میں نے عرضی لگا دی ہے، اور بابو یعنی پیر صاحب نے بھی دعا کر دی ہے وہ سامان مل جائے گا، یہ بے چارے بہت پریشان تھے، مگر بزرگوں کا کرم دیکھیے کہ وہ چور انھیں کی دکان پر چوری کا سامان بیچنے کے لیے لے کر آیا، اور اس طرح ان کا کھویا ہوا سامان واپس مل گیا۔ [ایک مرید کی زبانی]

بہت صحیح جگہ مرید ہوئے ہو

ایک بار خلیفہ صاحب حضرت صوفی صدیق صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہیں سے مرید ہو، میں نے بتایا مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب سے، بولے بہت اچھی جگہ مرید ہوئے ہو، کمال کے پیر ہیں آپ کے پیر صاحب۔

بزرگوں کے آپسی تعلقات

ایک بار حضرت کے یہاں تقریر فرمانے کے لیے علامہ غلام عبد القادر علوی صاحب اور مفتی قدرت اللہ صاحب تشریف لے گئے تھے، میں نے دیکھا کہ سرکار جیسے ہی اپنے حجرے سے باہر نکلے، علامہ علوی صاحب اوپر سے زینے سے اتر رہے تھے، سرکار کو دیکھتے ہی لپکے، اور

قریب تھا کہ دست بو سی کر لیتے، سرکار نے ہاتھ کھینچ لیا، مفتی صاحب نے بھی اسی شوق سے سرکار سے ملاقات کی۔

بلا شبہہ ہمارے بزرگوں میں اسی طرح سے میل محبت کا ماحول تھا، ان کے دل ایک دوسرے کے لیے بڑے کشادہ اور نرم تھے۔

ایک حیرت ناک واقعہ

ایک بار سرکار نے فرمایا چلو روحانی سفر ہو جائے، ہم لوگ گئے غازی پور، ساتھ میں ہمارے پیر بھائی حسین بھائی بھی تھے، وہاں پر محفل سماع میں شریک ہوئے، واپسی کے لیے نکلے تو حسین بھائی کی ٹوپی غائب ہو گئی، انھوں نے سلام بھائی کی ٹوپی پہن لی، اتنے میں ان کو دست اور جلاب چالو ہو گیا، بہت پریشان ہو گئے، راستے میں غازی پور اسٹیشن پر آئے تو سرکار کو بٹھا کر ہم نے کہا چلو کچھ کیلا وغیرہ لے آتے ہیں، تاکہ پیٹ صحیح ہو جائے، ہم لوگ سرکار کو بٹھا کر باہر گئے، اتنے میں ٹرین آنے کا سگنل ہو گیا، سرکار بولنے لگے، کہاں گئے بے ہودہ، بلا کر لاؤ، سب دوڑ کر آئے، بولے جلدی چلو، سرکار بلا رہے ہیں، ہم لوگ آئے، سرکار نے پوچھا کہاں گئے تھے، ہم نے عرض کیا کیلا لینے، سرکار نے پوچھا کس لیے، ہم نے کہا حسین بھائی کو جلاب ہو رہا تھا، سرکار نے پوچھا اچھا یہ ٹوپی کس کی پہنی ہے، حسین بھائی نے کہا سلام بھائی کی، سرکار نے فرمایا جلدی اتار اس کو، انھوں نے اتارا، اتارتے ہی پیٹ صحیح ہو گیا، اور جلاب وغیرہ سب بند ہو گیا۔

شاید حسین بھائی سلام بھائی کی ٹوپی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکے تھے، سلام بھائی سرکار کے بہت خاص خلیفہ تھے [یوسف بھائی خادم]

جناب ماسٹر مقصود صاحب

سابق ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ شمس العلوم، رضانگر، پپراکنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆تعارف
☆وہ بہتر انسان تھے
☆آپ کی ذات مرجع عقیدت تھی
☆جب ضرورت مند آتے
☆چھپا کر دیتے
☆شان سخاوت
☆ہمہ جہت شخصیت
☆پیراکنک کے لوگوں کی اصلاح
☆پیراکنک کی خوش حالی
☆میں نے بہت کچھ سیکھا
☆ایک اہم اصلاحی کوشش
☆میری قادر الکلامی
☆آپ کی جرأت کو سلام
☆حضرت سے تعلق کی نوعیت
☆ان کی ہر ادا سے تبلیغ کی خوشبو آتی تھی
☆مرے حضرت
☆ہر کسی کی مدد کرتے
☆علم دوستی
☆لوگ خوش حال ہوگئے
☆سادہ طرز زندگی
☆تعلیم بالغاں کی طرف توجہ
☆حضرت کا کھانا
☆زبان کی تاثیر
☆حیرت انگیز واقعہ
☆وہ لوگوں کی محتاجی دیکھتے

تعارف

میرا نام مقصود احمد ہے، میں پپرا کنک کا رہنے والا ہوں، پیشے سے ٹیچر ہوں۔

حضرت سے تعلق کی نوعیت

حضرت سے میرے تعلقات کئی طرح سے تھے، سب سے پہلے تو ہم دونوں پکے دوست تھے، پھر عالم دین ہونے کی حیثیت سے میں ان کو بزرگ بھی مانتا تھا، حضرت جب یہاں تشریف لائے اور یہاں پر رہنے کا ارادہ کیا، اس وقت میں نے اور میری عمر کے بہت سارے لوگ تھے، جنھوں نے حضرت کو دیکھا، یقیناً حضرت کے اندر میں نے کچھ ایسی خوبیاں ضرور دیکھیں جنھوں نے مجھے متاثر کیا، اور پھر میں نے آپ سے تعلقات مضبوط کیے، پھر دھیرے دھیرے ان کے بہت قریب پہنچ گیا۔

وہ بہتر انسان تھے

آپ نے مجھ سے ان کی اچھائیوں کے بارے میں پوچھا ہے، میں چاہوں تو دو چار سال تک ان کی خوبیاں بیان کروں اور چاہوں تو دو چار جملوں میں بیان کر دوں، میں مختصر الفاظ میں بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ وہ ایک بہتر انسان تھے، میں نے جتنے انسانوں کو دیکھا ہے، ان سب میں وہ ممتاز تھے۔

ان کی ہر ادا سے تبلیغ کی خوشبو آتی تھی

ان کی شان نرالی تھی، ان کا ہر قدم، ان کی ہر ادا اور ہر حرکت دین، مذہب اور مسلک کے لیے وقف تھی، آپ کی ہر ادا سے دین کی تبلیغ کی خوشبو آتی تھی۔

آپ کی ذات مرجع عقیدت تھی

حضرت کے پاس اکثر وقت میں رہتا تھا، میں نے دیکھا ہے کہ آپ جہاں بھی رہتے وہاں ہر طرح کے لوگوں کی آمد ہوتی رہتی تھی، امیر ہوں، غریب ہوں، علما ہوں، عوام ہوں سب آتے، ہر کوئی کچھ بھی ضرورت لے کر آتا اس کی بات سنتے، حتی المقدور اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش فرماتے، کسی غریب یا امیر کی لڑکی کی شادی ہوتی، آپ حتی الامکان اس کی امداد فرماتے، غرضیکہ آپ کی قیام گاہ لوگوں کے لیے ایک سنٹر کی طرح تھی جہاں لوگ آیا کرتے، عجیب منظر رہتا تھا، اب تو ویسا منظر کہاں دیکھنے کو ملے۔

میرے حضرت

ان کی زندگی میں، میں نے صرف انہیں کو حضرت کہا، ان سے پہلے میں نے کسی کو حضرت نہیں کہا، اور یا تو ان کے ذکر کے وقت حضرت کا لفظ میری زبان پر آرہا ہے، اور یہ بھی انہیں کے لیے، میں جہاں بھی حضرت بولوں وہاں پر انہیں کی ذات مراد ہوگی۔

جب ضرورت مند آتے

میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب کوئی محتاج، غریب یا دکھی انسان ان کی خدمت میں پہنچتا تو آپ اس کی ضرورت خود ہی پوچھ لیا کرتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ بھانپ لیا کرتے تھے کہ اس آدمی کے آنے کا مقصد کیا ہے۔

ہر کسی کی مدد کرتے

حضرت کی خدمت میں کوئی بھی آجائے اس کی امداد فرماتے تھے، اس کے بارے میں کوئی تحقیق تفتیش نہیں فرماتے، کہ وہ کیا ہے، کہاں سے آیا ہے، وغیرہ وغیرہ، بس وہ حضرت کی بارگاہ میں آجاتا تو حضرت اس کی ضرور امداد فرماتے۔

چھپا کر دیتے

میں نے آپ ہی لوگوں سے سنا ہے کہ اگر اِس ہاتھ سے دیا جائے تو اُس ہاتھ کو خبر نہ ہو، میں نے اس کا عملی مظاہرہ حضرت کے یہاں دیکھا ہے، بہت خاموشی سے مدد فرماتے کسی کی، اور ایسا دیتے کہ قریبیوں کو بھی خبر نہیں ہو پاتی، خود مجھ سے چھپاتے، لیکن حد درجہ قربت کی وجہ سے میں جان جاتا تھا۔

آج بھی بہت سارے لوگ ہیں جن کی حضرت نے خاموشی کے ساتھ مدد فرمائی، لوگ اس بارے میں جانتے تک نہیں ہیں۔

علم دوستی

حضرت کے یہاں آنے سے پہلے مالی غربت تو تھی ہی، لوگ علمی طور سے بھی بہت غریب تھے، عورتوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہیں تھا، آج جامعہ رضویہ شمس العلوم ہے، خود اس خانقاہ کا نسواں ادارہ، صاحبزادہ حسنین رضا کا انگلش میڈیم اسکول ہے، اور بھی ایک دو تعلیمی ادارے ہیں یہ سب حضرت ہی کی سوچ اور ان کی علم دوستی کا نتیجہ ہیں، آپ تعلیم نسواں، اور تربیت بالغاں کے تعلق سے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، اور اس سلسلے میں انھوں نے بہت سارے کام بھی کیے۔

شان سخاوت

حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ جو بھی ملنے آتا اسے چائے ضرور پلاتے، سامنے ایک چائے کی دکان تھی، دن بھر کتنی چائے آتی تھی، اس کی کوئی گنتی نہیں تھی، بس جو آتا چائے پی کر جاتا۔

لوگ خوش حال ہو گئے

حضرت ہمیشہ یہاں کی مالی غربت دیکھ کر کُڑھتے رہتے، اور معاشی تنگ دستی دور کرنے

کے لیے شب وروز کوشش بھی کرتے، مثلاً کوئی شخص آپ سے ملنے آتا تو آپ اسے چائے پلاتے، مالی حالت پوچھتے، اگر وہ غریب ہوتا تو اسے محنت ومشقت کے ذریعے خوش حالی حاصل کرنے کی ترغیب دیتے، اگر گھر میں جوان بیٹا ہوتا تو اس کو باہر بھیجنے کا مشورہ دیتے، اس کا پاسپورٹ بنوانے میں مدد کرتے، پھر ممبئی بھیجتے، جہاں اپنے کچھ چاہنے والوں سے اس کی مدد کرواتے، اور پھر اسے باہر بھیج دیتے، کچھ دنوں بعد اس کی معاشی تنگ حالی دور ہوجاتی، اور اس طرح وہ خوش حال ہوجاتا۔

ایسے بہت سارے واقعات ہیں جو میرے اس خیال کی تائید کریں گے کہ یہاں جو بھی خوش حالی نظر آرہی ہے، کہیں نہ کہیں حضرت کی کوشش ضرور اس کے پیچھے کار فرما ہے۔

ہمہ جہت شخصیت

آپ کی ہستی ہمہ جہت تھی، ہر محاذ پر کام کرنے کے عادی تھے، جہاں جیسی ضرورت ہوتی آپ پوری فرماتے، مثلاً کہیں غربت ہوتی تو غربت دور کرنے کی کوشش کرتے، کہیں تعلیم کی کمی ہوتی تو وہاں تعلیم کی اشاعت پر زور دیتے تھے، کہیں رفاہی کام کی ضرورت ہوتی تو اس میں پیش پیش رہتے، گویا آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، ہر جہت میں کام کرنے کا شوق رکھتے تھے۔

سادہ طرز زندگی

آپ کی زندگی ایک دم سادہ تھی، تام جھام سے بالکل دور رہتے تھے، بالکل عام انسان کی طرح رہتے تھے، پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ اتنے بڑے عالم یا پیر ہیں، آپ ان کے شہزادوں کو دیکھ رہے ہیں، ان سے بھی زیادہ سادگی پسند تھے، مگر سادگی کے ساتھ گہرائی بھی تھی، آپ کی شخصیت کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ایک دم پرفکٹ تھے۔

پپراکنک کے لوگوں کی اصلاح

یہاں اکثریت مسلمانوں کی آبادی تھی، پورے علاقے میں سب سے زیادہ مسلم آبادی

یہیں پر تھی، مگر غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے یہاں کے مسلمان ان کے غلط رسوم و رواج سے متاثر تھے، مثلاً شادی وغیرہ ہی کو لے لیجیے، عموماً ناچ گانا ہوتا تھا، مسلمان ان محفلوں میں شریک ہوتے تھے، اور خود ان کے یہاں بھی اس طرح کی برائیاں عام تھیں۔

حضرت نے سب سے پہلے سماجی اصلاح کی طرف توجہ دی، آپ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ پہلے لوگوں رغبت دلاتے، ہنسا کھلا کر ان کو سمجھانے کی کوشش فرماتے، اگر اس سے کام نہیں بنتا تو ان مجلسوں سے خود کو دور رکھتے، اور لوگوں کو سختی کے ساتھ ان سے اجتناب کی تلقین فرماتے۔

تعلیم بالغاں کی طرف توجہ

تعلیم اطفال کے ساتھ حضرت تعلیم بالغاں کی طرف بھی خوب توجہ فرماتے، کیوں کہ وہ دیکھتے تھے، کہ بہت سارے حضرات کو قرآن پڑھنا نہیں آتا ہے، اس کے لیے آپ خاص مجلسیں رکھتے جن میں قرآن کی تعلیم دی جاتی، یوں ہی آپ دیکھتے کہ بہت سارے لوگوں کو وضو کا طریقہ نہیں آتا ہے آپ جب بھی نماز کے لیے آتے آپ کی نظر ہمیشہ وضو کے فرائض و سنن پر رہتی، دیکھتے کہ کس نے مکمل طریقے سے وضو کیا ہے، کس نے نہیں، آپ صرف ''اقیموا الصلوٰۃ'' پر تقریر ہی نہیں فرماتے، بلکہ نماز قائم کرنے کا طریقہ بھی لوگوں کو سکھاتے تھے، گویا وہ مسائل جن سے ہم صرف نظر کر جاتے ہیں، آپ ان پر خصوصی نگاہ رکھتے۔

پپرا کنک کی خوش حالی

یہاں جو کچھ بھی دکھ رہا ہے، سب انہیں کی دین ہے، اگر یہاں کی سرزمین سے اس شخصیت کو ہٹا دیا جائے تو یہ پپرا کنک جہاں آپ بیٹھے ہیں وہ پپرا کنک رہ ہی نہیں جائے گا۔

آپ نے یہاں کے لوگوں کو خوش حال بنانے کے لیے نوجوانوں میں حصول رزق کی تحریک چھیڑی، ان کو ترغیب دی، انہیں تعلیم کی طرف توجہ دلائی، جو کام دھندے کے لائق تھے، ان کو باہر جانے کا شوق دلایا، جن کے پاس پاسپورٹ نہیں تھا، ان کا پاسپورٹ عموماً اپنے

پیسے سے بنوایا، کسی کو ممبئ تو کسی کو سعودی بھیجا، اس طرح سے یہاں کی سرزمین سے بے روزگاری دور فرمائی، اور نوجوانوں کو روزگار سے جوڑ کر یہاں کے لوگوں پر عظیم احسان فرمایا۔

حضرت کا کھانا

ساتھ میں مجھے اکثر کھانا کھانے کا اتفاق ہوا، سادگی پسند تھے ہی، کھانے کے معاملے میں بھی بڑے صابر و شاکر تھے، کبھی کبھار چٹنی روٹی مل جاتی تو اسے بھی شوق سے کھاتے۔

میں نے بہت کچھ سیکھا

حضرت کی ذات سے مجھے بہت کچھ ملا، بہت کچھ سیکھا، آپ کے زمانے سے لے کر آج بھی میں اس علاقے کے اساتذہ کا لیڈر رہوں، میں اگر چاہتا تو ادھیکاری کے ذریعے مجھے روزانہ رشوت اور کمیشن کی اچھی خاصی رقم ملتی، مگر آج بھی ان کی صحبت کا فیض ہے کہ میں رشوت خوری سے دور ہوں۔

دوسری بات یہ کہ آپ سے میں نے یہ حاصل کیا کہ جو سچ ہے میں اسے جھوٹ اور جو جھوٹ ہے میں اسے کسی بھی حال میں سچ نہیں مان سکتا ہوں، میں نے کبھی بھی غلط آدمی سے سمجھوتا نہیں کیا، اگر یہ موبائل ہے تو موبائل ہے، میں کسی بھی عہدے یا آدمی کے دباؤ میں اسے کچھ اور نہیں مان سکتا ہوں، یہ وہ جرأت ہے جو میں نے آپ سے سیکھی ہے۔

زبان کی تاثیر

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے موثر زبان سے نوازا تھا، کسی بھی جگہ جا کر اگر صرف پانچ منٹ کی تقریر فرما دیتے تو مرد اور عورت دونوں اس قدر متاثر ہوتے کہ کل کی آئی ہوئی دلہن بھی اپنا زیور اتار کر اللہ کی بارگاہ میں خرچ کر دیتی تھی۔

ایک اہم اصلاحی کوشش

حضرت کی عادت تھی کہ جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے تو دولہا یا دلہن کا نام اگر صحیح نہیں

ہوتا، یا اسماے حسنی والا نام ہوتا تو آپ فوراً اُسے بدلنے کو کہتے، اب وہ چاہے جتنی حیثیت والے کی لڑکی یا لڑکا ہو، آپ کسی سے متاثر نہیں ہوتے، کیوں کہ آپ کو نہ تو کھانے میں کسی چیز کی لالچ تھی نہ ہی پہننے اوڑھنے میں کوئی خاص شوق تھا، اسی لیے ایک دم فری رہتے، جب کسی سے کوئی لالچ نہیں رکھتے تو کسی سے مرعوب بھی نہیں ہوتے۔

حیرت انگیز واقعہ

"ریتا" جو یہاں سے تقریباً تیس کیلو میٹر ہے، پہلے بہت بدحال علاقہ تھا، وہاں پر جو مسلمان تھے اکثر لوگ اپنا مسلک بدل کر بدمذہب ہو گئے تھے، حضرت وہاں تشریف لے جاتے، اور بغیر مائک کے تقریر فرماتے، آج یہ علاقہ کافی ترقی یافتہ ہو چکا ہے۔

ایک بار میں حضرت کے ساتھ اسی آبادی میں تقریری پروگرام میں گیا تھا، حضرت بغیر مائک کے تقریر فرمارہے تھے، ایک آدمی جس کی عمر تقریباً چالیس سے پینتالیس سال کی رہی ہوگی وہ مجمع میں بیٹھا تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور دور تک ہوا میں جاکر پھر نیچے آگرا، مجھے اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی، واپسی میں راستے میں، میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت اب میں آپ کے ساتھ کہیں جانے والا نہیں، آج اس آدمی کو کچھ ہو جاتا تو اس کا ذمہ دار کون ہوتا۔

میری قادر الکلامی

آج میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ مجھ سے اچھے اچھے بات نہیں کر سکتے ہیں، ایک سے ایک پڑھے لکھے لوگ آئے چلے گئے، مگر کسی بھی موضوع پر چند منٹ میرے سامنے نہیں ٹک سکے، میں یہ سب اس لیے بیان کر رہا ہوں تاکہ آپ کو پتہ چل سکے کہ مجھے حضرت کی صحبت سے کیا ملا ہے، یہ سب کچھ انہیں کا فیض ہے۔

وہ لوگوں کی محتاجی دیکھتے

آپ کسی کی بھی امداد فرمانے کے وقت اس کے مذہب و مسلک کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، بس یہ دیکھتے کہ یہ آدمی ضرورت مند ہے، انسانیت کے تحت لوگوں کی امداد فرماتے، اور وہ بھی اس انداز سے کہ بغل والے کو بھی خبر نہیں ہوتی، کیوں کہ وہ کسی سے بتاتے نہیں تھے، اور جس کی امداد کرتے وہ شرم کی وجہ سے کسی سے ذکر نہیں کرتا۔

آپ کی جرأت کو سلام

حضرت کی جرأت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ”ریتا“ جہاں کا واقعہ ابھی میں نے آپ سے ذکر کیا وہاں جب حضرت کی تقریر ہوتی تھی تو اس وقت سامعین میں ایک سے بڑھ کر ایک کرمنل اور جرم کے بادشاہ ہوتے تھے، ان کے کندھوں پر رائفل اور بندوقیں ہوتی تھیں، بات بات پر مرنے مارنے کو تیار رہتے تھے، ایسے لوگوں کے خلاف مجمع عام میں بولنا معمولی بات نہیں تھی، مگر آپ کے جملوں کی مٹھاس اور نظم و ترتیب ایسی شاندار ہوتی تھی کہ کسی کو مجال دم زدن رہتی ہی نہیں تھی۔

{...}

ریاض الحسن ابن مبارک حسین مرحوم

حضور شریف العلما کے ساڑھو

☆آبائی وطن: بھندرواں شیخواپٹی، مغربی چمپارن، بہار

☆حال مقام: راجابازار، خضرپور، کولکاتا، بنگال

☆پیشہ: نوکری، سگریٹ کمپنی، کولکاتا

جھلکیاں

☆حضرت سے میرے تعلقات کی ابتدا ☆کبھی بٹوارے کی بات نہیں کی

☆آپ میرے گھر کے ہیں
☆کوئی آنے والا ہے
☆ہتھکڑی لائے ہو؟
☆حضرت کی ایک اور کرامت
☆ایسے پیر بار بار نہیں ملتے
☆اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا
☆بنگلہ دیش کا دورہ
☆حضرت اور جامعہ رضویہ شمس العلوم
☆جس کو چاہتے دل سے چاہتے
☆جو بھی مرید ہوتا دل سے ہوتا
☆بہت تکلیف ہوتی ہے
☆نماز پڑھ کر بیٹھے رہتے
☆عالم کی قدر کرو
☆گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک
☆حضرت کی خطابت
☆غریبوں کا خیال
☆پیراکنک کی رونق
☆ظاہر و باطن ایک
☆مجھے افسوس ہے
☆ان کی مجلس
☆میری خوش نصیبی
☆نیچے ہی سے آدمی اونچا ہوتا ہے
☆بچوں کی اچھی تربیت کرنی چاہیے

حضرت سے میرے تعلقات

حضرت کو میں اس وقت سے جانتا تھا جب ۱۹۸۱ء میں غازی آباد میں سروس کر رہا تھا، میرے چھوٹے بھائی مولانا خوش محمد صاحب اس وقت جامعہ رضویہ شمس العلوم میں حفظ کر رہے تھے، اس تعلق سے حضرت کا میرے گھر آنا جانا ہوا، میرے والد صاحب پہلی ملاقات میں ہی حضرت سے بہت متاثر ہوئے، اور اس قدر عقیدت بڑھی کہ دل میں خواہش ہوئی کہ اگر پپرا کنک میں زمین مل جاتی حضرت کے گھر کے بغل میں تو وہیں پر گھر بنا کر رہتے۔

حضرت نے جب مجھے دیکھا تو ان کے دل میں ایک بات آئی جس کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا کہ میرے چھوٹے بھائی مولانا صاحب سے فرمایا کہ میری ایک بہن ہے اور ایک سالی ہے دونوں شادی کے لائق ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میری سالی سے ریاض الحسن کی شادی ہو جائے، والد صاحب تک یہ خبر پہونچی، بطیب خاطر قبول کر لیا، اور اس طرح سے حضرت سے میری رشتہ داری قائم ہو گئی۔

شادی کے بعد بھی حضرت برابر میرے گھر آتے جاتے رہتے تھے، حضرت جب میرے غریب خانے پر تشریف لے جاتے تو والد صاحب ہر کام چھوڑ کر مرغا تلاشنا شروع فرما دیتے تھے، ایک بار گاؤں کے مکھیا نے والد صاحب سے کہا کہ جب مولانا صاحب آتے ہیں تو دو تین لوگوں کے ساتھ آتے ہیں، اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ آتے ہی مرغا تلاشنا شروع کر دیتے ہیں، والد صاحب نے فرمایا تو کیا ہوا، یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت میرے دروازے پر تشریف لاتے ہیں، ان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔

کبھی بٹوارے کی بات نہیں کی

حضرت مولانا صاحب شادی سے پہلے اور شادی کے بعد بھی مجھے بے حد چاہتے تھے، کبھی کبھی فرماتے کہ ریاض الحسن بھائی اللہ تعالیٰ اگر آپ کی کمائی میں برکت دے تو آپ

مسجد مدرسہ میں لگایئے ، یہ صدقۂ جاریہ ہوگا، مولانا صاحب کبھی دورخی والی بات نہیں کرتے، نہ ہی گھر اور خاندان سے بغاوت یا بٹوارے کی بات کرتے، ہمیشہ پریوار کو ساتھ میں لے کر چلنے کی نصیحت کرتے، فرماتے کہ چھوٹے بھائیوں کا بھی خیال رکھا کریں، ان کو پڑھایئے، لکھایئے، کامیاب بنایئے۔

آپ ہمارے گھر کے ہیں

حضرت کے یہاں جب میں آتا تو حضرت مجھ سے فرماتے کہ ریاض الحسن گھر میں آپ اجنبی نہیں ہیں، میرے بچے بھی ابھی اس لائق نہیں کہ آپ کی خدمت کر سکیں، اس لیے آپ بے دھڑک جس چیز کی ضرورت ہو لے لیا کریں، آپ گھر کے ایک ممبر کی طرح رہیں۔

عموماً حضرت کے ساتھ میں مدرسے ہی میں وقت گزارتا، وہیں حضرت کے آفس میں کھانا جاتا، اور میں بھی شریک طعام ہو جاتا۔

کوئی آنے والا ہے

ایک بار حضرت کے ساتھ رات کے وقت مدرسہ میں حجرے میں موجود تھا، حضرت کچھ بات کر رہے تھے، اچانک مسکرانے لگے، میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی، کوئی ہنسنے والی بات تو ہے نہیں، آپ مسکرا کیوں رہے ہیں، حضرت نے فرمایا کوئی آنے والا ہے، تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ دروازے پر یہیں کا ایک آدمی کھڑا ہے، وہ اندر آیا، اور مجھے دیکھ کر خاموشی سے بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا یہ گھر ہی کے آدمی ہیں، وہ خاموش رہے، میں اٹھ کر چلا آیا، کافی دیر تک سوچتا رہا، صبح حضرت سے پوچھا کہ کیا بات ہے، وہ کون صاحب تھے، حضرت نے فرمایا وہ یہیں کے آدمی تھے، کچھ خاص باتیں کرنے آئے تھے۔

ہتھکڑی لائے ہو؟

ایک بار میں حضرت کے ساتھ مدرسہ میں بیٹھا تھا، بات کرتے کرتے کافی رات ہو گئی،

اس وقت مدرسے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، حضرت نے فرمایا کہ دیکھو آم کا درخت کوئی لگاتا ہے، پھر جب پھل دار ہو جاتا ہے تو اس پر پتھر مارنے والے بہت سارے لوگ مل جاتے ہیں، حضرت کی مراد یہ تھی کہ آج مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں ہم خون پسینہ بہائیں گے، مگر ایک دور ایسا آئے گا کہ جب یہ ترقی کرنے لگے گا تو بہت سارے لوگ دعویدار بن کر آجائیں گے۔

خیر بات کرتے کرتے کافی رات ہو گئی، اچانک دیکھا کہ دو آدمی سائیکل سے آرہے تھے، قریب آئے، اور آکر حضرت سے سلام دعا کیا، حضرت نے خیریت پوچھی، اور اچانک پوچھ بیٹھے کہ ہتھکڑی لائے ہو؟ وہ دونوں حیران ہو گئے، میں بھی حیرت میں پڑ گیا، دراصل ان میں سے ایک اس وقت کے مشہور داروغہ تھے، اور دوسرا بھی پولیس والا تھا، حضرت نے فرمایا کہ بیٹھو، وہ بیٹھ گئے، حضرت نے فرمایا کیا بات ہے کس لیے آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ کچھ خاص بات ہے، وہ میرے سامنے بات کرنے سے ہچکچا رہے تھے، حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں، یہ میرے گھر ہی کے آدمی ہیں، داروغہ نے کہا کہ آپ کے مدرسے کے نام سے تھانے میں درخواست آئی ہے، کہ آپ کے یہاں بچوں کو بڑے کا گوشت کھلایا جاتا ہے، اور انھیں اسلحہ چلانے کی ٹریننگ کی جاتی ہے، ایک مہینے سے شکایت آرہی ہے مگر ہم لوگ شرم کے مارے آپ کے یہاں نہیں آرہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ شرم کس بات کی، آپ کو آنا چاہیے تھا، یہ آپ کی ڈیوٹی تھی، اس نے کہا کہ جہاں سے مجھے سب سے بڑی خوشی ملی ہے وہاں کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے مجھے سوچنا پڑے گا، حضرت نے فرمایا کہ یہاں سے آپ کو کون سی خوشی ملی ہے، اس نے کہا کہ میرے گھر میں سب کچھ تھا، بس ایک اولاد کی کمی تھی، بہت دوا دعا کروایا مگر ناکام رہا، آخر کار کچھ لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ مولانا صاحب کے پاس جاؤ، وہ تعویذ دے دیں گے تو تمھارا کام ہو جائے گا، میں آیا، آپ نے شروع میں انکار کیا، میں نے ضد کی تو آپ نے تعویذ بنا کر دے دیا، آج اس کی برکت سے میرے یہاں ایک بیٹا ہے جو میرے گھر کا چراغ ہے، تو آپ ہی کی بدولت مجھے یہ خوشی ملی ہے، میں آپ کے خلاف کوئی کارروائی کیسے کر سکتا تھا، آج میں صرف اس لیے آیا کہ صورتِ حال سے باخبر کر دوں، اور کہیں اور سے انکوائری ہونے سے پہلے آپ کو آگاہ کر

دوں، ممکن ہے سی۔آئی۔ڈی وغیرہ لگائے جائیں، اس لیے ایک مہینے تک مدرسے میں یا اس کے آس پاس بڑے کے گوشت کی ہڈی وغیرہ نظر نہ آئے، یہ مدرسے کے حق میں بہتر ہوگا، یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا۔

حضرت کی ایک اور کرامت

خود میرے گھر کا معاملہ ہے، میری اہلیہ سے ایک بچی ہوئی، اس کے بعد مسلسل نسوانی بیماریوں سے جوجھتی رہیں، ایک لیڈی ڈاکٹر کو دکھایا، اس نے جانچ پڑتال کے بعد بتایا کہ ایک بچی پر قناعت کیجیے، اب اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوگی، میری اہلیہ کا چہرہ اتر گیا، انہیں بڑی مایوسی ہوئی، میں نے تسلی دی کہ چلو ایک بچی تو ہے، ہم بے اولاد تو نہیں ہیں، میں ایک ہی پر گزارا کرلوں گا، مگر کیا کیجیے گا عورتوں کا معاملہ کچھ الگ ہی ہوتا ہے، گھر میں بھی چہ می گوئی شروع ہوگئی، کچھ لوگ کہنے لگے کہ دوسری شادی کر لیجیے، رفتہ رفتہ خبر حضرت تک پہنچی، حضرت نے فرمایا کہ ریاض الحسن آپ مجھے ایک عمل کرنے دیجیے، اس کے بعد قدرت کا کرشمہ دیکھیے، میں نے کہا ٹھیک ہے آپ کیجیے، حضرت نے فرمایا اپنی حلال کمائی سے ایک کلو کالی مرچ کا انتظام کیجیے، میں نے لاکر دے دیا، اللہ کا کرم کہ کچھ ہی دنوں بعد میری اہلیہ امید سے ہوگئیں، حضرت نے فرمایا کہ حمل کے آخری دنوں میں اہلیہ کو میرے گھر پر کر دیجیے گا، دراصل انہیں کچھ آسیبی حملے کا ڈر تھا، خیر جیسے تیسے کر کے وہ مسرت کی گھڑی آہی گئی، جب میرے گھر میں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی، گھر خوشیوں سے بھر گیا، اس بچے کا نام میں نے اعجاز احمد رکھا، آج وہ بنگلور میں انجینئرنگ کر رہا ہے، اس سے حضرت کی بچی کا رشتہ بھی ہوا ہے۔

ایسے پیر بار بار نہیں ملتے

میرا لڑکا اعجاز احمد بہت کم عمری میں حضرت سے مرید ہوگیا تھا، اس نے اپنی ماں سے حضرت سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی، ماں نے کہا کہ اپنے ابا سے پوچھ لو، اس نے مجھ سے

پوچھا، میں نے کہا بیٹے مرید ہونا اچھی بات ہے، مگر اس کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہوتی ہیں، کیا تم ان ذمہ داریوں کو اٹھا سکتے ہو؟، اس نے کہا جی ابا، پیر صاحب کے کرم سے سب آسان ہو جائے گا، میں نے کہا ٹھیک ہے جاؤ مرید ہو جاؤ، وہ حضرت سے مرید ہو گیا، مرید ہونے کے بعد ایک دن ایک آدمی نے اس سے پوچھا بیٹے کیا کرتے ہو، میں نے ہنستے ہوئے کہا یہ اسی عمر میں مرید ہو گیا ہے، اس آدمی نے حیرت سے پوچھا کہ اچھا، اسی عمر میں مرید ہونے کی کیا ضرورت تھی، اس نے برجستہ کہا کہ ایسے پیر بہت کم ملتے ہیں، اس آدمی نے کہا یہ لڑکا بہت ہوشیار اور ذہین ہے۔

اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا

حضرت کلکتہ اکثر جاتے، ایک بار وہاں کے عقیدت مندوں نے حضرت سے عرض کیا کہ یہاں ہندوؤں کی کثرت ہے، دیگر قومیں بھی مسلمانوں کے خلاف شر پسندی پر آمادہ رہتی ہیں، اس علاقے میں آپ کی بہت چلتی ہے، یہاں کے لوگ آپ کی قیادت تسلیم کرتے ہیں، آپ نے یہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کچھ انتظام فرمایا ہے؟ حضرت کا بس ایک ہی جواب تھا کہ سب اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا، لوگوں نے کہا پھر بھی کچھ تو خود کوشش ہونی چاہیے، حضرت نے فرمایا کہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔

جب وہ لوگ چلے گئے، تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے اگر میں ہندوؤں کے خلاف کچھ کہہ دیتا تو یہی لوگ بعد میں میرے خلاف ہو جاتے۔

بنگلہ دیش کا دورہ

حضرت ایک بار بنگلہ دیش گئے، وہاں بھی حضرت کے کچھ چاہنے والے تھے، جانے کے بعد وہاں پر سمندری طوفان آیا، کافی دنوں تک حضرت سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا، میں اور تمام اہل خاندان پریشان تھے، مہینہ دن گزرنے کے بعد واپس کلکتہ تشریف لائے، میں نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کم از کم آپ کو فون پر تو اپنی خیریت کی اطلاع دینی چاہیے، حضرت

مسکرانے لگے، کچھ جواب نہیں دیا۔

حضرت اور جامعہ رضویہ شمس العلوم

حضرت کو مدرسے سے بڑی محبت تھی عمر کے آخری دور میں بہت سارے حاسدین اور مخالفین پیدا ہو گئے، جو حضرت کے پیچھے پڑ گئے، طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات کرنے لگے، جب کہ حقیقت مجھے معلوم تھی، کہ حضرت اتنے ایمان دار اور دیانت دار ہیں کہ مدرسے کا ایک پیسہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کر سکتے ہیں، میں جب آپ کی مخالفت کرنے والوں کی حرکتیں دیکھتا تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی، بار بار احساس ہوتا کہ اتنے ایمان دار آدمی کی قدر کیوں نہیں ہو رہی ہے، ایک بار تنگ آکر میں نے حضرت سے کہا کہ جب آپ کو مدرسے سے ایک پیسے کا فائدہ نہیں ہے، اور لوگ آپ کی محنت کی قدر نہیں کر رہے ہیں تو آپ کیوں بلا وجہ مدرسے کو پکڑے ہوئے ہیں، اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے، حضرت نے فرمایا کہ ریاض الحسن بھائی! آپ سے میں نے بہت پہلے کہا تھا کہ جب آم کا درخت کوئی لگاتا ہے تو اس وقت خون پسینہ اسی کا جلتا ہے، مگر جب پھل آجاتا ہے تو اس وقت پتھر مارنے والے بہت سارے لوگ آجاتے ہیں، بالکل یہی حال ہے ہمارے جامعہ کا، جب اس کی تعمیر و ترقی کا مسئلہ درپیش تھا تو اس وقت خون پسینہ میں نے بہایا، اب جب کہ جامعہ ترقی کی نئی نئی منزلیں طے کر رہا ہے بہت سارے دعویدار اس میں اپنا حق جتا رہے ہیں۔

رہی بات جامعہ کو چھوڑنے کی تو میں اسے خود سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں، ہاں! اگر کوئی زبردستی چھین لے تو یہ الگ بات ہے، اور اس کی ایک خاص وجہ ہے، وہ یہ کہ حضرت حاجی ابراہیم صاحب جو اس ادارہ کے روح رواں تھے، انھوں نے باضابطہ جامعہ کی ذمہ داری سونپی، اور بھری مجلس میں میری دستار بندی فرما کر مسجد و مدرسہ میرے حوالے کیا، اس وقت کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، اس کے بعد حاجی صاحب مجھے بند کمرے میں لے گئے،

اور فرمانے لگے کہ ایوب، دیکھو یہ بہت بڑی امانت میں آپ کے سپرد کر رہا ہوں، اس کی حفاظت کرنا، مجھے معلوم ہے کہ یہاں کے لوگ کیسے ہیں، اس لیے آخری دم تک اس امانت کو بچانے کی کوشش کرنا۔

ریاض الحسن اب تمھیں بتاؤ کہ اگر میں اس مدرسے کو ایسے ہی چھوڑ دوں تو کل حاجی صاحب کو کیا جواب دوں گا، اس لیے میں جب تک بس چلے گا اس جامعہ کے لیے تن من دھن کی قربانی دیتا رہوں گا۔

اس ادارے کی تعمیر و ترقی کے لیے میں کہاں کہاں سے چندہ چٹکی کر کے لاتا ہوں یہ مجھ کو معلوم ہے، چندہ ایسے ہی نہیں ملتا ہے، اس کے لیے ماحول بنانا پڑتا ہے، پروگرام کر کے لوگوں کو سمجھانا بجھانا پڑتا ہے، پھر محنت کر کے چندہ کرنا پڑتا ہے، لوگ مجھے نذرانہ بھی دیتے ہیں، مگر وہ نذرانہ بھی مدرسہ کی نذر ہو جاتا ہے، جو کچھ بچتا ہے وہی میری ضروریات زندگی پر خرچ ہوتا ہے، میرے بھی اہل و عیال ہیں، ان کے بھی مصارف ہیں، میں بھوکا تو رہ نہیں سکتا ہوں، ہاں مگر مدرسہ کا چندہ میں اپنے لیے حرام سمجھتا ہوں۔

جس کو چاہتے دل سے چاہتے

حضرت کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ جس کو چاہتے دل سے چاہتے، کسی کو اگر اپنا مان لیا تو اس کی ترقی اور خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، ہمارے بھائی مولانا خوش محمد صاحب کو حضرت بہت چاہتے تھے، آپ نے مولانا صاحب کے لیے بہت کچھ کیا۔

جب براؤں شریف میں مولانا صاحب کی دستار بندی تھی اس وقت حضرت یہاں سے تشریف لے گئے تھے، مولانا صاحب کو تحفے وغیرہ دینے کے لیے کچھ سامان وغیرہ بھی ساتھ میں لے گئے تھے، بیچ راستے میں ایک نالہ پڑا تھا، جس میں پانی تھا، حضرت نے پائجامہ اوپر کر کے اس کو پار کیا، براؤں شریف کے مدرسے کے اساتذہ نے جب آپ کو نالہ پار کرتے ہوئے دیکھا تو کچھ بچوں کو بھیجا جو حضرت کو ساتھ میں لے کر مدرسہ

پر گئے، وہاں کے ا ساتذہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کو دعوت نامہ نہیں بھیج سکے، نہ ہی اشتہار میں آپ کا نام ڈالا جا سکا، اس کے لیے معذرت خواہ ہیں، حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں۔

وہیں سے حضرت مولانا صاحب کو جامعہ میں لے کر آئے اور ایک ہزار روپے ماہانہ تنخواہ پر پڑھانے کے لیے رکھ لیا، پہلے مجھ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مولانا خوش محمد یہاں رہیں تا کہ میں بے فکری سے سفر کر سکوں اور حلقۂ ارادت میں جا سکوں، بدلے میں میں ان کو ایک ہزار دوں گا، جس میں سے چار سو مدرسے میں جائے گا باقی یہ لے لیں گے، میں نے بخوشی اجازت دے دی۔

وہاں کے کچھ اساتذہ کو اس پر اعتراض بھی تھا کہ ان کی نئی نئی تقرری ہوئی اور اتنی زیادہ تنخواہ بھی ہے، حضرت نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا، وہی بہتر جانتے ہیں کہ انھوں نے مولانا صاحب کی تنخواہ اتنی کیوں رکھی۔

جو بھی مرید ہوتا دل سے ہوتا

لوگ حضرت کے دیوانے تھے، ممبئی وغیرہ بہت سارے شہروں میں حضرت کے بہت مریدین تھے، جو ان پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

حضرت کے ایک مرید تھے، ممبئی کے، نوجوان تھے، ان کا نام مجھے یاد نہیں رہا، ان سے میں نے ہنستے ہوئے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ یہ جو لوگ حضرت سے مرید ہونے آتے ہیں، کیا یہ کسی پرچار یا پروپیگنڈے سے آتے ہیں یا خود سے؟ اس نے کہا ایسا کچھ بھی نہیں ہے، ہم لوگ سرکار سے اس لیے مرید ہوئے ہیں کہ ہمارے دل نے ایسا کرنے کو کہا، اس میں کسی ترغیب یا پرچار کو دخل نہیں، لوگ کچھ پاتے ہیں تبھی تو آتے ہیں، ہم بھی مرید ہونے کے بعد اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ ملا ہے، اسی لیے بہت سارے لوگ حضرت سے مرید ہوتے ہیں، کسی کے کہنے پر نہیں۔

بہت تکلیف ہوتی ہے

اسی نوجوان کا بیان ہے کہ حضرت کو جب دیکھتا ہوں تو بہت تکلیف ہوتی ہے کہ اتنی کم عمری میں کتنی بیماریوں سے جوجھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کتنی آزمائش میں ڈال رہا ہے۔

نماز پڑھ کر بیٹھے رہتے

حضرت کو نماز سے بڑی محبت تھی، اطمینان سے نماز پڑھتے، اور نماز کے بعد مصلیٰ پر بیٹھے رہتے، بہت دیر تک ذکر واذکار اور وظائف پڑھتے، کلکتہ جہاں میں رہتا تھا، وہاں بھی نماز میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں دیکھی۔

عالِم کی قدر کرو

حضرت میرے رشتہ دار بھی تھے، رشتے میں بڑے بھی تھے، اور میری نظر میں ایک معزز و محترم عالم دین بھی تھے، میں ان کا احترام رشتے سے پہلے بھی کرتا تھا، بعد میں بھی کرتا رہا، اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت اکثر فرماتے کہ عالم چاہے جیسا ہو بے عمل یا بد عمل ہو، اس کی تعظیم ضروری ہے، یہ اس کی ذات نہیں بلکہ اس کے علم کی تعظیم ہے، اسی لیے تعظیم کرنے والا اجر پائے گا۔

گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت اپنے گھر والوں کے ساتھ عموماً نرمی اور محبت سے پیش آتے، جہاں ضرورت پڑتی تنبیہ کرتے، ڈانٹتے اور سختی کرکے سمجھاتے، مجھ سے فرماتے کہ ریاض بھائی آپ گھر والوں کو سمجھائیں۔

حضرت کی خطابت

میں نے کئی بار حضرت کی تقریریں سنی ہیں، آپ کا تقریری پروگرام کلکتہ میں بھی ہوتا تھا، آج بھی لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں۔

آپ کی تقریروں میں نماز، اخلاق و محبت اور اصلاح معاشرہ پر زیادہ زور ہوتا تھا، محرم کے موقع پر میں نے تقریر سنی ہے، بہت اچھی خطابت ہوتی تھی۔

غریبوں کا خیال

حضرت کو غریبوں کا بڑا خیال رہتا تھا، ہمیشہ فرماتے کہ ریاض بھائی دینے والے کا ہاتھ اوپر اور لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، اس لیے آپ ہمیشہ دینے کی عادت ڈالیے تاکہ آپ کا ہاتھ اوپر رہے۔

پپرا کنک کی رونق

جب حضرت یہاں رہتے عجیب رونق رہتی، لوگوں کا آنا جانا رہتا، مگر اب تو وہ بات نہیں، میں نے اپنے کانوں سے یہاں کے بزرگوں سے سنا کہ مولانا صاحب جب رہتے تو بڑی رونق رہتی تھی۔

ظاہر و باطن ایک

حضرت گھر میں ہوں یا باہر آپ ایک ہی طرح سے رہتے، شریعت وسنت کی پاسداری میں کوئی فرق نہیں آتا، نماز جیسے باہر پابندی سے پڑھتے ویسے ہی گھر کے اندر بھی، صبح اٹھ کر، غسل کرنا، پھر نماز پڑھنا یہ آپ کے روزمرہ کے معمولات میں سے تھا۔

مجھے افسوس ہے

میرے بچے حضرت سے مرید تھے، میں اب تک کسی سے مرید نہیں ہوا، آج بھی مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں حضرت سے مرید نہیں ہو سکا۔

ان کی مجلس

آپ کی مجلس میں عموماً دینی باتیں ہوتی تھیں، جہاں بھی بیٹھتے اولیاے کرام اور سلف صالحین کا حوالہ دے کر اچھی اچھی باتیں بتاتے تھے، جہاں بھی دس پانچ لوگ بیٹھتے تھوڑی دیر تک بزرگوں کا ذکر خیر فرماتے، اور پھر فرماتے: لاؤ، شیرینی منگاؤ فاتحہ ہو جائے، اس طرح سے ان کی ہر مجلس، مجلس میلاد اور محفل فاتحہ بن جاتی، اکثر بڑے پیر، دستگیر، غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے، اعلیٰ حضرت سرکار کا ذکر دل سے کرتے، نعت شریف وغیرہ سن کر جھوم اٹھتے تھے، دیر تک مچلتے رہتے۔

میری خوش نصیبی

حضرت نے حج سے واپسی پر مجھے ایک مصلیٰ اور کرتے کا کپڑا دیا، اس وقت ہمیں حضرت کے اندر سچی انسانیت اور صلہ رحمی کا جذبہ دیکھنے کو ملا، یہ بات کم ہی رشتہ داروں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

نیچے ہی سے آدمی اونچا ہوتا ہے

جس وقت میری شادی ہوئی، حضرت میرے غریب خانے پر تشریف لے گئے، گھر چھپر کا تھا، حضرت اندر داخل ہونے لگے تو ٹوپی چھپر میں لگ کر گر گئی، حضرت سے میں نے مزاحاً کہا کہ آپ نے ایسے گھر میں اپنی سالی کی شادی کروائی ہے کہ آپ کی ٹوپی ہی گر جاتی ہے،

حضرت نے ہنس کر فرمایا: کوئی بات نہیں، آدمی نیچے ہی سے اونچا ہوتا ہے، حضرت کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا، آج الحمدللہ ! اسی جگہ شاندار گھر ہے، جس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے، پڈرونہ میں گھر ہے، ابھی حال ہی میں ایک گھر بنوایا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا۔

بچوں کی اچھی تربیت کرنی چاہیے

حضرت اکثر فرماتے: ریاض بھائی ! آپ پڑھے لکھے ہیں، اپنے بچوں کو بھی اچھی تعلیم و تربیت دیجیے، ان کو اچھی نصیحت دے کر اچھا انسان بنائیے۔

{...}

جناب محمد قاسم صاحب

☆حال مقام: پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆پہلی ملاقات
☆حضرت سے قریب ہونے کی وجہ
☆نگاہِ ولایت
☆سفر میں بھی نماز کا اہتمام
☆ہم لوگ باڈی گارڈ تھے
☆لائن لگی رہتی تھی
☆حیرت انگیز واقعہ
☆نوجوانوں کو روز گار سے جوڑا
☆غریبوں کا خیال
☆حرص وطمع سے دوری
☆وہ متبع شریعت تھے
☆میرے سامنے حضرت کی شادی ہوئی
☆حضرت کا وضو
☆بچوں کی مجلس
☆ہم سوچتے رہ گئے
☆ممبئی کے مریدین
☆تکریم والدین
☆بچوں کی تعلیم وتربیت
☆کھیتی باڑی
☆غیر مسلموں کے نزدیک آپ کی عزت
☆سیاسی نظریہ
☆کورٹ کچہری سے دور رہتے
☆کنبہ پروری سے اجتناب
☆مدرسہ کا چندہ
☆مدرسہ کا جلسہ
☆حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ
☆حضرت کی سخاوت
☆حضرت سے میری شکر رنجی
☆حضرت نے مجھے بہت کچھ دیا
☆دینی مجلس
☆۱۲ر ربیع الاول شریف کا خصوصی اہتمام ☆علاقے کے علما عزت کرتے
☆حضرت کسی کی برائی نہیں کرتے

پہلی ملاقات

حضرت سے میری پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں کلکتہ سے گھر واپس ہو رہا تھا، حضرت کا ٹکٹ اسی بوگی میں کنفرم ہوا تھا، جس میں میں سفر کر رہا تھا، پہلے میں عالم علما سے کچھ دوری بنا کر رکھتا تھا، اس وقت میں ذرا آزاد خیال واقع ہوا تھا، دین داری سے کوئی مطلب نہیں تھا، مجھے نہیں پتہ تھا کہ حضرت ہمارے یہاں کے ہیں، جب میں "تمکوہی روڈ" اسٹیشن پہنچا، اور وہاں اترا تو دیکھا کہ حضرت کے ساتھ میں نصیر بھائی نام کے ایک حجام تھے، میں ان کو پہچان گیا، آگے بڑھ کر میں نے ان سے پوچھا کہ نصیر بھائی کہاں سے آرہے ہیں، انھوں نے کہا کہ یہ ہمارے حضرت ہیں کلکتہ سے آرہے ہیں، انھیں کو لینے آئے تھے، میں نے کہا کہ میں بھی تو کلکتہ ہی سے آرہا ہوں، میں حضرت کو پہچان ہی نہیں پایا کہ آپ ہمارے ہی یہاں کے ہیں، خیر ہم لوگ ساتھ ہی گھر پپرا کنک آئے، اس طرح سے حضرت سے پہلی ملاقات ہوئی، اس کے بعد میں حضرت کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا، اور دھیرے دھیرے بہت قریب ہو گیا۔

حضرت سے قریب ہونے کی وجہ

میں حضرت سے اس لیے متاثر ہوا کہ حضرت کی وجہ سے میرے گاؤں علاقے میں دینی ماحول برپا ہوا، ہم لوگ پہلے غیر مسلموں کے درمیان رہنے کی وجہ سے میلاد، فاتحہ اور عید، بقر عید وغیرہ سے دور تھے، تیوہار آتا تھا چلا جاتا تھا، ہم لوگ پتہ ہی نہیں پاتے تھے، یہاں جہالت کا دور دورہ تھا، پڑھے لوگ بہت کم تھے، اور علما تو نہ کے برابر تھے، ایسے ماحول میں حضرت نے ہمیں احساس دلایا کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارے بھی کچھ تیوہار ہیں، ہمیں بھی بارہ ربیع الاول، گیارہویں اور چھٹی شریف میں میلاد، فاتحہ کرنا چاہیے، حضرت نے ان جیسے مواقع پر خود عملی طور پر کر کے لوگوں کو ان کی طرف توجہ دلائی اور اس طرح ہمارے علاقے میں دینی ماحول قائم ہوا۔

دوسری وجہ آپ سے قریب ہونے کی یہ ہے کہ یہاں بغل میں میرے بھائی کی سلائی کی دکان تھی، اکثر میں وہاں رہتا تھا، بہت قریب سے حضرت کے اخلاق وکردار کا مشاہدہ کرتا تھا، ان کی عادات واطوار کو دیکھتے دیکھتے میں ان سے متاثر ہو گیا، اور پھر دھیرے دھیرے آپ سے قریب ہو گیا۔

نگاہِ ولایت

شروع میں، میں آوارہ گردی کرتا تھا، آغاز جوانی کے ایام تھے، مزاج میں لاابالی پن تھا، رات رات بھر گھومتا پھرتا، دن میں موقع بے موقع سوتا، بس یہی زندگی کے مشاغل تھے، زندگی گھٹتی جارہی تھی، انھیں دنوں کی بات ہے کہ ایک رات میں رات بھر گھوم پھر کر صبح چار بجے واپس آیا، یہیں مسجد کے بغل میں صدیق کی چائے کی دکان تھی، وہیں پر بیٹھ کر چائے پینے لگا، اتنے میں ایک آدمی آیا، اور بولا کہ آپ کو حضرت بلارہے ہیں، میں سمجھ گیا کہ معاملہ گمبھیر ہے، ڈرتے ڈرتے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ قاسم بیٹھو، میں بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا کہ رات میں میں نے فلاں جگہ پر، فلاں وقت میں ایک غلط کام کرتے ہوئے آپ کو دیکھا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بات صحیح تھی، اس لیے سر شرم سے نیچے جھک گیا، میں حیرت میں تھا کہ یا اللہ! انھیں کیسے معلوم ہو گیا، میں رات میں کہاں تھا، یہ کہاں تھے، آخر معاملہ کیا ہے، میں اسی حیرت میں تھا کہ حضرت نے فرمایا اچھا ایک کام کرو، حضرت نے اپنی لنگی منگائی، غسل خانے میں پانی رکھوایا، فرمایا کہ جاؤ نہا کر آؤ، میں گیا اور غسل کرکے واپس آیا، تو حضرت نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا کہ توبہ کرو کہ آج کے بعد سے میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤں گا، بات صحیح تھی، اس لیے میں نے دل سے توبہ کرلی، کہ اب اس کے بعد زندگی رہی تو میرا قدم غلط کام کی طرف کبھی نہیں اٹھے گا، اس کے بعد میں ہر طرح کے آوارہ پن سے تائب ہو گیا، ایک اچھے انسان کی طرح زندگی گزارنے لگا، یہ تبدیلی حضرت کی وجہ سے میرے اندر ائی تھی، اس لیے میں حضرت سے اور قریب ہو گیا۔

حضرت کے قریب بیٹھنے کی وجہ سے میری جانکاری میں بے حد اضافہ ہوا، پہلے مجھے دین کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا، آج انھیں کی صحبت کی برکت سے اچھے اچھے کو لتاڑ سکتا ہوں، نماز کے لیے حضرت اکثر دباؤ ڈالتے رہتے تھے، میری کم نصیبی کہ میں نماز کا مکمل پابند نہ ہو سکا، مگر میرے اندر سے اوباشی اور آوارہ پن ختم ہو گیا، یہ حضرت کے کرم سے تھا۔

سفر میں بھی نماز کا اہتمام

ایک بار کلکتہ سے واپسی میں میں حضرت کے ساتھ تھا، دوران سفر نماز کا اہتمام دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ سفر میں بھی اس قدر نماز کا اہتمام شاید ہی کوئی کرتا ہو، یہیں دیوریا کے قریب میں ٹرین رکی، میں نے دیکھا کہ حضرت فوراً ٹرین سے نیچے اترے اور مٹی سے تیمم کر کے نماز عصر ادا کی، اس طرح سے میرے خیال میں سفر میں بھی حضرت کی کوئی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔

ہم لوگ حضرت کے باڈی گارڈ تھے

اکثر پروگرام میں حضرت تشریف لے جاتے تو ہم دو تین لوگ حضرت کے ساتھ جاتے تھے، وہاں تقریر سنتے تھے، آپ کی تقریر میں نماز کی پابندی پر زور ہوتا تھا، اور عقیدہ و ایمان کی سلامتی اور سنیت پر استقامت کا ذکر ہوتا تھا، ''ریتا'' میں مناظرہ کے سبب سے حضرت کے کچھ حاسدین بھی پیدا ہو گئے، اسی لیے ہم دو تین لوگ جیسے علاؤ الدین بھائی وغیرہ رات رات بھر حضرت کے گھر کی رکھوالی کرتے تھے، گویا ہم حضرت کے باڈی گارڈ تھے۔

لائن لگی رہتی تھی

جب حضرت تبلیغی دورے سے واپس آتے تھے تب پیر اکنک کی رونق بڑھ جاتی، ہر وقت یہاں پر عوام و خواص کی آمد رہتی تھی، ملاقاتیوں کی لائن لگی رہتی تھی، ہر کوئی ملنے کے لیے بے چین رہتا تھا پیر اکنک، قرب و جوار اور باہر سے بھی لوگ ملنے کی غرض سے آتے تھے۔

ہر کوئی ملاقات کرتا، اور اپنی اپنی ضرورت وحاجت حضرت کے سامنے پیش کرتا، اپنا دکھ درد بیان کرتا، حضرت سب کی باتیں سنتے، استطاعت کے مطابق مدد فرماتے، تعویذ اور دعا بھی دیتے، مالی تعاون بھی فرماتے۔

میں نے اپنے لیے تو نہیں، ہاں دوسروں کے لیے تعویذ وغیرہ بنواکر دیا ہے۔

حیرت انگیز واقعہ

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ اکثر میں یہیں اپنے بھائی کی سلائی کی دکان پر رہتا تھا، رات میں بسا اوقات یہیں سوجایا کرتا تھا، ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں دکان میں گہری نیند سویا تھا کہ اچانک حضرت نے مجھے بیدار کیا، بس میری آنکھ لگی ہی تھی کہ حضرت نے جگا دیا، جھلّا کر اٹھا، اور گھر کی طرف نکل پڑا، رات بڑی تاریک تھی، آسمان پر بادل گرج اور چمک تھی، بہت سارے لوگوں نے مجھے روکا، مگر میں مانا نہیں، اور چلتا گیا، گھر کے راستے میں ایک قبرستان پڑتا ہے، جب اس کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ پیچھے سے ایک کالا کتا آرہا تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ شاید مولانا صاحب نے میری حفاظت کے لیے اسے بھیجا ہے، بس یہ خیال ہی تھا، آیا اور گزر گیا، میں قبرستان پار کر کے جیسے ہی آگے بڑھا کیا دیکھا کہ وہ کتا غائب ہوگیا، اللہ بہتر جانے کہ معاملہ کیا تھا۔

نوجوانوں کو روزگار سے جوڑا

حضرت یہاں کے نوجوانوں کا حوصلہ بڑھاتے، ان کی بے روزگاری دیکھتے تو انھیں بر سرِ روزگار ہونے کی ترغیب دیتے، ان کا پاسپورٹ بنواتے، کبھی کبھی اپنے پیسے سے بھی بنوا دیتے، ان کا پروف نہیں ہوتا تو پروف بنواتے، بہت سارے لوگوں کا پروف حضرت نے رفیق بھائی کے ذریعہ بنوایا، جو ممبئی کے رہنے والے ہیں، ممبئی میں ”پیرا ہاؤس“ کے نام سے ایک مکان اب بھی ہے، یہ حضرت کی تحویل میں تھا، حضرت کے یہاں سے جو لوگ بھی ممبئی

جاتے، حضرت کا سخت حکم تھا کہ یہاں کے لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، وہ کرایہ دیں یا نہ دیں، ان کے رہنے سہنے میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے، شینل بھائی کو حضرت نے ''پیرا ہاؤس'' کا انتظام وانصرام دے رکھا تھا، ان کو حکم تھا کہ یہاں کوئی بھی آئے اس کی مکمل خاطر داری ہونی چاہیے۔

غریبوں کا خیال

حضرت کے در پر جو بھی محتاج آتا کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا، حضرت خود بھی امداد کرتے اور دوسروں سے بھی کرواتے تھے، مجھ سے خود حضرت بارہا فرماتے کہ فلاں کام کرنا ہے، فلاں کی امداد کرنی ہے، ہم لوگ حضرت کی بات کبھی نہیں ٹالتے تھے۔

حضرت زبردستی ہم سب کی مدد کرتے تھے، خود میرے ساتھ حضرت کا جو احسان ہے وہ ناقابل فراموش ہے، مجھے حضرت نے سعودی جانے کا مشورہ دیا، میرے پاس پاسپورٹ نہیں تھا، حضرت نے میرے ایک ساتھی حنیف بھائی سے کہہ کر میرا پاسپورٹ بنوایا، خرچ خود ہی برداشت کیا، اس کے بعد تقریباً بیس ہزار روپے خرچ کر کے حضرت نے مجھے زبردستی سعودی بھیجا، اس وقت میرے بھائی صاحب کلکتہ میں تھے، انھوں نے کہا کہ حضرت کہہ رہے ہیں تو کسی سے بھی خرچ لے کر جاؤ، بعد میں اسے دھیرے دھیرے دے دینا، میں گیا، اور ڈیڑھ مہینے کے بعد واپس آگیا، آنے سے پہلے حضرت سے مشورہ لیا، تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، واپس ممبئی آجاؤ، میں ممبئی آیا، اس وقت حضرت ممبئی میں نہیں تھے، مگر انھوں نے اپنے مریدوں کو سخت تاکید کر دی تھی کہ قاسم سعودی سے ممبئی آرہا ہے، اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، میں واپس ممبئی پہنچا تو تقریباً چار مہینہ وہاں رہا، مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی، اس کے بعد گھر واپس آگیا۔

وہ ان سب خدمات کا بدلہ نہیں لیتے تھے، نہ ہی اس کی خواہش رکھتے تھے، ہاں وہ اتنا ضرور کہتے تھے کہ مدرسہ میں جو دینا ہو تو دو یا فلاں نیک کام میں پیسہ لگاؤ۔

حرص وطمع سے دوری

حضرت کے اندر لالچ نام کی کوئی چیز نہیں تھی، اگر وہ لالچی ہوتے تو آج وہ صرف مسجد و مدرسہ ہی تک محدود نہیں ہوتے، ان کے اندر اللہ پاک نے بڑی خوبیاں رکھی تھیں، وہ چاہتے تو بہت بڑے آدمی بن گئے ہوتے۔

ان کی عادت تو یہ تھی کہ مدرسہ میں کوئی مہمان آجاتا تو اس کی چائے بھی اپنے پیسے سے منگاتے تھے، وہ خود ہی ضیافت کرتے، مسجد و مدرسہ کا ایک روپیہ مہمانوں پر نہیں خرچ کرتے، بارہا مدرسہ میں مہمانوں کے لیے چائے آتی تھی، دس دس، بیس بیس چائے آتی، مگر کبھی مدرسے کی مد سے خرچ نہیں کرتے، چائے کا حساب ہوتا جتنا بنتا سب اپنی تنخواہ سے دیتے، کبھی کسی کی جیب نہیں دیکھتے۔

حضرت بینک بیلنس بالکل نہیں فرماتے، نہ ہی جمع کرتے، جو آتا خرچ ہو جاتا، اسی بے نیازی کے چلتے انھوں نے مدرسہ کا کوئی بینک کھاتہ نہیں کھولا، جب ضرورت پڑتی اپنے رشتہ داروں اور متعلقین و مریدین کو فون کر کے انھیں بس یہی کہتے کہ آپ کو مدرسہ میں اتنا دینا ہے۔

سچ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو زکوۃ، فطرہ کے بارے میں کوئی جانکاری نہیں تھی، یہ حضرت ہی کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے کہ آج لوگ ان سب کے بارے میں تھوڑا بہت جانتے ہیں، خود میں بھی جو کماتا تھا کھاتا تھا، اس وقت میری آمدنی ۷۰ ہزار تک ہو جاتی تھی، اس میں سے میں بالالتزام ڈھائی پرسنٹ زکوٰۃ نکال دیتا تھا، یہی حال دوسرے لوگوں کا بھی تھا۔

وہ متبع شریعت تھے

میں نے انھیں کبھی بھی شریعت سے ہٹ کر نہیں دیکھا، بلکہ شریعت و سنت کیا چیز ہے، ہم نے انھیں سے جانا ہے، وہ جو کہتے منہ پر کہتے، کبھی کسی کی غیبت یا چغلی نہیں فرماتے، مثلاً اگر کسی کا ستر کھلا ہے، وہ نیکر پہنے ہے، یا مردانی دھوتی پہن کر باہر نکلا، حضرت نے دیکھا تو فوراً تنبیہ

فرمائی، اور ستر عورت کی اہمیت سمجھائی۔

مثلاً یہاں کے سب سے مالدار آدمی حضرت کے دور میں مقبول میاں تھے، حضرت سے کافی قربت تھی، وہ حضرت کی بڑی عزت بھی کرتے تھے، ایک بار میاں صاحب مَردانی دھوتی پہن کر جا رہے تھے، حضرت نے دیکھ لیا، فوراً ٹوکا، اور فرمایا کہ یہ شریعت و سنت کے خلاف ہے، میاں صاحب نے فوراً گھر سے لنگی منگوائی، اسے پہن کر حضرت کے پاس گئے۔

میرے سامنے حضرت کی شادی ہوئی

حضرت کو میں نے اس عمر میں بھی دیکھا ہے جب آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، شادی سے پہلے کے دن بھی میں نے دیکھے ہیں، نماز کبھی قضا نہیں ہوتی، میرے سامنے حضرت کی شادی بھی ہوئی۔

حضرت کا وضو

حضرت کا وضو بے مثال تھا، آپ کا وضو دیکھ کر مجھے بزرگوں کے وضو کی یاد آتی تھی۔

بچوں کی مجلس

ہر جمعرات کو حضرت کی موجودگی میں بچوں کا ایک پروگرام ہوتا تھا، جس میں نعت خوانی وغیرہ ہوتی تھی، ایصال ثواب ہوتا، اور یہ پروگرام ہر ہفتے بڑی پابندی سے ہوتا تھا۔

ہم سوچتے رہ گئے

میرا دل چاہتا تھا کہ میں حضرت سے مرید ہو جاؤں، لیکن کیا کروں بس سوچتے رہ گیا، کہ ابھی تو میری عمر ہی کیا ہے، آگے مرید ہو جاؤں گا، ابھی سے مرید ہو کر پابندی کرنی پڑے گی، بس ایسے ہی وقت گزر گیا، حضرت چلے گئے، اور میں اس سعادت سے محروم رہ گیا۔

ممبئی کے مریدین

ممبئی میں حضرت کے بہت سارے مریدین تھے، ان کی ارادت و عقیدت لا جواب تھی، وہاں جا کر ہی ہمیں سمجھ میں آیا کہ پیری مریدی کس کو کہتے ہیں، ان کا والہانہ پن، ان کی بے لوث عقیدت، اور ان کی بے پناہ چاہت دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی، تب حضرت کی قدر و قیمت اور ان کی عظمت کا احساس ہوتا، وہ حضرت پر جان نثار کیا کرتے تھے، ہر مرید ہر حکم پر منتظر تعمیل رہتا، وہ بس انتظار میں رہتا کہ کاش حضرت مجھے کسی کام کا حکم دے دیتے اور میں اس کو بجالاتا، اس وقت پیرا کنک کے بہت سارے لوگ ممبئی میں واقع ''پیرا ہاؤس'' میں مقیم تھے، حضرت کے مریدین ہمیں بھی حضرت کے ساتھ دعوت دیتے، اس طرح حضرت کے صدقے ہمارا بھی بھلا ہو جاتا، وہ بس ہمیں حضرت کے یہاں کا سمجھ کر ہماری خاطر داری کرتے اور ہمارے ساتھ بھی ایسی محبت و وابستگی کا مظاہرہ کرتے کہ ہمیں لگتا ہی نہیں تھا، کہ ہم ممبئی میں ہیں، سب اپنے ہی لگتے، اجنبیت کا احساس تک نہ ہوتا، آج ممبئی والے ہم لوگوں سے اسی محبت سے ملتے جلتے ہیں جیسے پہلے ملتے تھے۔

تکریم والدین

عموماً جب انسان بڑے منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو اس وقت ماں باپ کو بھول جاتا ہے، ان کی کما حقہ اطاعت و خدمت نہیں کر پاتا ہے، مگر حضرت کا معاملہ بالکل الگ تھا، وہ اپنے والدین کی خدمت و فرماں برداری میں کوئی کمی نہیں کرتے، ہمیشہ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے، آپ کی والدہ ماجدہ یہیں بغل کے ''ڈھسوا'' نامی گاؤں میں رہتی تھیں، حضرت یہاں پر مسجد و مدرسہ کے کاموں میں لگے رہتے، مگر تقریباً روزانہ وقت نکال کر ڈھسوا جاتے اور والدہ کی زیارت کرتے، ان کی خدمت کرتے، ان کی دعائیں لیتے اور ان کو خوش کر کے واپس آتے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت

حضرت سر سے لے کر پیر تک مدرسہ کے کاموں میں ڈوبے رہتے تھے، ان کے پاس فرصت نام کی چیز ہی نہیں تھی، وہ بس ہمیشہ اس دھن میں رہتے کہ کس طرح میرا مدرسہ ترقی کرے، اس کی تعلیم بہتر ہو، اس کی تعمیر میں رفتار پیدا ہو، بس ہمیشہ اسی لگن میں مست رہتے، مگر حضرت نے اپنے بچوں کے حقوق کبھی پامال نہیں کیے، ہر لمحہ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے فکر مند رہتے، خود بھلے ہی وقت نہ دے پاتے ہوں، مگر میں نے دیکھا کہ حضرت نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اساتذہ مقرر کیے، جنھوں نے حضرت کے حکم پر ان کے بچوں کو تعلیم دی، اور یہیں پر حضرت کے بچوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، دینیات کی بھی کچھ تعلیم یہاں پر ہوئی، اس کے بعد مولانا کونین رضا کو مزید تعلیم کے لیے بہار کے کسی مدرسہ میں بھیجا، اور حسنین رضا (انجینئر) کو مہاراشٹر میں تعلیم کے لیے بھیجا، مگر اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ مذہبی تعلیم بھی بچوں کو دی جائے، اس کے لیے آپ نے ان کو دینی علوم کی طرف راغب کیا، اور نجی مجلسوں اور دیگر مواقع پر ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔

کھیتی باڑی

حضرت کے پاس بہت سارے کھیت اور زراعتی زمینیں تھیں، آپ ان کی بوائی، کٹائی کراتے، فرصت ہوتی تو اپنی نگرانی میں زراعت کا کام کراتے۔

زمین جائداد

حضرت نے زمین جائیداد سے بس ضرورت بھر مطلب رکھا، اور اسی کو اپنا مقصود نہیں بنایا، ایک بار چک بندی ہو رہی تھی، حضرت کو پتہ چلا کہ ہم لوگوں کی زمین جہاں پر ہے، وہاں کے بدلے میں یہاں گھر کے قریب میں زمین مل سکتی ہے، حضرت نے ہم لوگوں کو بلوایا اور باضابطہ اجازت لے کر یہاں پر زمین اپنے لیے حاصل کی۔

غیر مسلموں کے نزدیک آپ کی عزت

آپ غیر مسلموں سے بھی شریعت کے مطابق برتاؤ کرتے، ان سے جائز طریقے سے معاملات کرتے، اسی لیے یہاں کے غیر مسلم آپ کی بڑی عزت کرتے، اور آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتے، آپ سے دعا کرواتے، تعویذ بنواتے، اور اپنے معاملات میں رائے مشورہ کرتے، آپ کی عزت واحترام کرتے۔

سیاسی نظریہ

حضرت کوئی سیاسی آدمی نہیں تھے، نہ سیاست سے کوئی خاص دلچسپی تھی، بس آپ کا نظریہ یہ تھا کہ ہر اس سیاست داں کو سپورٹ کرو جو ہماری قوم کے لیے، ہماری عبادت گاہوں اور مساجد و مدارس کے لیے مفید ہو، اس سے ہمیں دینی و دنیوی فائدہ ملے، بس اسی کی حمایت کرتے، اور اسی کو ووٹ دینے کی تائید کرتے۔

کورٹ کچہری سے دور رہتے

جب آپ کو مدرسہ کی ذمہ داری دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں کورٹ کچہری اور سرکاری دفاتر میں نہیں جاؤں گا، کیوں کہ وہاں کبھی کبھار جھوٹ بولنا پڑتا ہے، فرضی کام کرنا پڑتا ہے، اس لیے میں ایسی جگہوں سے دور رہنا چاہتا ہوں، اس وقت انتظامیہ نے ماسٹر زینُل صاحب کو اس کام پر مامور کیا، وہی آفس وغیرہ کا کام دیکھتے سنتے تھے، آپ کے بعد ماسٹر مقصود صاحب دیکھتے تھے، مدرسہ کے تعمیری کام بھی ماسٹر مقصود صاحب دیکھتے تھے۔

کنبہ پروری سے اجتناب

یہ جامعہ مکمل طور سے حضرت کے زیر اقتدار تھا، اس پر آپ ہی کی حکمرانی تھی، اگر چاہتے تو اپنے گھر خاندان والوں کو رکھ لیتے، آج آپ کے خاندان کا ہر پڑھا لکھا آدمی

اس جامعہ میں ملازمت کررہا ہوتا، مگر آپ کے اندر اقربا پروری والی بات نہیں تھی، آپ ہمیشہ اس عیب سے دور رہے، آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ مدرسہ کا معیار گرنے نہ پائے، اسی لیے آپ ہمیشہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہے، ایک سے بڑھ کر ایک باصلاحیت اور قابل علما و مفتیان کرام کا انتخاب کیا، یوپی، بہار اور ہندوستان کے مختلف صوبوں سے قابل اساتذہ کی تقرری کی، جس کی وجہ سے آج یہاں ایک سے بڑھ کر ایک علما و فضلا پائے جارہے ہیں۔

مدرسہ کا چندہ

حضرت نے مدرسہ کے لیے بڑی قربانی دی ہے، اس کے لیے چندہ کہاں کہاں سے کیا ہے یہ ہم سب کو معلوم ہے، ہندوستان کے علاوہ بنگلہ دیش وغیرہ سے بھی مدرسہ کا چندہ کر کے لاتے تھے، خاص طور سے ممبئی میں آپ چندہ فرماتے، قافلہ لے کر چندہ پر نکلتے، عموماً آپ کے مریدین ہی چندہ کرتے تھے، آپ بھی شریک رہتے۔

بقرہ عید کے موقع پر چرم قربانی وصولتے، آپ کے کپڑوں پر خون کے دھبے نظر آتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ خود سلاٹر ہاؤس وغیرہ میں تشریف لے جاتے اور چرم قربانی حاصل کرتے، آپ کے مرید تو تھے ہی، آپ بھی اس معاملہ میں پیش پیش رہتے۔

سچ یہ ہے مولانا صاحب! کہ حضرت نے پیرا کنک کو جو دیا وہ کوئی نہیں دے سکتا، یہ انھیں کا کام ہے کہ مجھ جیسا جاہل آپ کے سامنے بولنے کی جرأت کر رہا ہے۔

مدرسہ کا جلسہ

مدرسہ کا جلسہ ہوتا یا اس آبادی کا کوئی پروگرام ہوتا تو آپ کی کوشش رہتی کہ پروگرام میں اپنے سے اچھے عالم کو دعوت دیں، ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے کہ صوفی مزاج اور پرہیزگار لوگوں کو مدعو کریں، جن کی باتیں اثر کریں، اور عوام کچھ نصیحت حاصل کریں۔

حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ

یہاں کے مردِ مجاہد اور سنیت کے لیے اپنی زندگی قربان کرنے والے آدمی حاجی ابراہیم صاحب اور حضرت علامہ شریف القادری صاحب کے درمیان پیرومرید جیسا رشتہ تھا، حاجی صاحب حضرت پر بڑی شفقت فرماتے اور حضرت حاجی صاحب سے ایک مرید جیسا تعلق رکھتے، ان کا بڑا احترام کرتے، ان کی تعظیم وتوقیر کرتے۔

حضرت کے یہاں آنے سے پہلے حاجی صاحب کے بارے میں یہاں کے لوگ بہت زیادہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے، مگر حضرت کے آنے کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ حاجی صاحب کیا چیز ہیں، اور آپ کی اہمیت وحیثیت کیا ہے۔

ایک بار حضرت کے پیرومرشد آئے، غازی پور سے، اس وقت ان کے بتانے پر یہاں کے لوگوں نے جانا کہ حاجی صاحب ایک ولی صفت بزرگ تھے۔

حاجی صاحب کو حضرت پر بڑا اعتماد تھا، بلکہ آنکھ بند کرکے بھروسا کرتے تھے، اسی اعتماد کے ناتے جامع مسجد کی پوری ذمہ داری حضرت کے سپرد کردی، اور فرمایا کہ بابو آپ جو چاہو کرو، مسجد کے مفاد کے لیے جو بھی قدم اٹھاؤ گے میری دعائیں آپ کے ساتھ رہیں گی۔

آج لوگ حضرت پر طعن وتشنیع اور تنقید کرتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں، شروع سے ہوتا آیا ہے، یہ تو انسان کی فطرت ہے، اس لیے آج اگر کچھ لوگ ایسا کررہے ہیں تو اس سے حضرت کی شخصیت مجروح نہیں ہوگی، وہ لوگ خود ہی اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں۔

حضرت کی سخاوت

سفر ہو یا حضر، حال یہ تھا کہ اگر کہیں ساتھ کے لوگوں نے چائے وغیرہ پی، یا کوئی چیز خریدی، تو لوگوں کو موقع ہی نہیں ملتا کہ پیسہ دے دیں، ان کے دینے سے پہلے ہی حضرت سارا پیسہ ادا کردیتے، آپ کے اندر کبھی بخالت اور کنجوسی دیکھنے کو نہیں ملتی، ہمیشہ سب سے زیادہ

سخاوت کرنے والے نظر آتے۔

یہاں مجلس ہوتی، یا کوئی بھی محفل ہوتی، چائے وغیرہ حضرت کی طرف سے آتی تھی، مہینہ میں چائے والے کا حساب ہوتا اور پورا پیسہ حضرت ہی چکاتے۔

حضرت سے میری شکررنجی

ایک بار مجھے حضرت کی طرف سے تھوڑی سی تکلیف ہوئی، وہ بھی کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا، ہوا یوں کہ حضرت نے اپنی ہی نگرانی میں مدرسہ کی تعلیم و تعمیر کا کام کروایا، یہاں کا دستور وغیرہ تیار کرایا، پھر یہاں کا منیجر ایک غیر عالم شخص کو بنا دیا، مجھے حضرت کے اس عمل سے تھوڑی سی تکلیف ہوئی، میں نے کلکتہ میں حضرت سے ملاقات کر کے باضابطہ کہا کہ حضرت آپ نے ایک ایسے شخص کو مدرسہ کا منیجر بنا دیا ہے جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے، حضرت نے سنا تو مجھے ڈانٹا کہ آپ نہیں جانتے کہ میں نے کس حکمت کے تحت ایسا کیا ہے۔

یہ مجھے بعد میں سمجھ میں آیا کہ چونکہ حضرت آفس وغیرہ سے دور رہنا چاہتے تھے، اس لیے کام چلانے کے لیے ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو کورٹ کچہری اور دفتری امور کو سنبھال سکے۔

حضرت نے مجھے بہت کچھ دیا

حضرت فیاض طبیعت کے مالک تھے، بس موڈ ہو جائے تو بہت کچھ عطا فرما دیتے تھے، خاص طور سے مجھے حضرت نے بہت سارے تبرکات عطا فرمائے، مثلاً کپڑے سے لے کر گھڑی وغیرہ تک، مجھے آپ نے عنایت فرمائی، اس طرح سے بہت ساری چیزوں سے مجھے سرفراز فرمایا۔

حضرت نے مجھے کیا دیا، میں نے انھیں کیا نذر کیا، یہ سب راز کی باتیں ہیں، انھیں راز رہنے دیا جائے، ان کی عادت تھی کہ اس ہاتھ سے دیا جائے تو اس ہاتھ کو خبر نہ ہو، بس

یہی طریقہ تھا ان کا، حضرت مجھ سے ہمیشہ خوش رہتے تھے، یہی ان کی سب سے بڑی عنایت تھی مجھ پر۔

دینی مجلس

دینی مجلس کا صحیح مفہوم مجھے حضرت کی مجلسوں سے حاصل ہوا، آپ کی مجلس میں روحانیت رہتی تھی، دنیا کی باتوں کے بجائے بس دین ہی کی باتیں ہوتی تھیں، ایسی باتیں جن سے ہماری اصلاح ہو، آخرت سنورے، ہمیں کچھ نصیحت حاصل ہو، دنیاوی باتوں سے قطعًا پرہیز فرماتے۔

میں دین دار ہو گیا

حضرت کی ذات سے مجھے بہت سارے فائدے حاصل ہوئے، دین کے بھی، دنیا کے بھی، میرے اندر بہت تبدیلی آئی، آج جو کچھ بھی ہوں ان کے فیضان نظر سے ہوں۔

میں پہلے روزہ نہیں رکھتا تھا، رمضان کا مہینہ آتا اور گزر جاتا، میری زندگی گزرتی رہی، مگر حضرت کی کرامت کہیے کہ جب سے ان سے وابستہ ہوا، ان کی صحبت میں آیا تب سے میرے اندر دین داری پیدا ہو گئی، اور الحمد للہ! مجھے روزہ سے محبت پیدا ہو گئی، یہ محبت اب بھی برقرار ہے، میں پابندی سے روزہ رکھتا ہوں اور رمضان کا احترام کرتا ہوں۔

دوسری بات یہ کہ میں نماز سے بھی بہت دور تھا، جمعہ کی نماز بھی پابندی سے نہیں پڑھ پاتا تھا، آپ کی صحبت کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ میں نماز جمعہ پابندی سے پڑھنے لگا اور اب بھی پڑھ رہا ہوں۔

۱۲؍ ربیع الاول شریف کا خصوصی اہتمام

حضرت یوں تو ہر اسلامی تیوہار کا خصوصی اہتمام فرماتے، یہاں پر گیارہویں، چھٹی وغیرہ کا کوئی خصوصی اہتمام نہیں ہوتا تھا، یہ سب تیوہار آتے اور گزر جاتے، کسی کو خبر تک نہ

ہوتی تھی، مگر یہ ان کا کرم ہے کہ جب سے آپ نے یہاں پر دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تب سے یہاں کے لوگوں کے اندر دینی شعور پیدا ہوا، تیوہاروں کا احترام ہونے لگا، خاص طور سے عیدوں اور عید میلاد النبی کے موقع پر حضرت خصوصی اہتمام فرماتے، لوگوں کے اندر ولادت رسول کی خوشیاں مناتے، ان کو تیار کرتے، پہلے ہی سے لوگوں کو اس موقع کے احترام سے روشناس کراتے، خاص ولادت رسول کی شب میں حضرت تاکید فرماتے کہ آپ سبھی لوگ دو بجے رات ہی کو نہا دھو کر، صاف ستھرے، پاک کپڑے پہن کر مدرسے میں تشریف لائیں، یہاں پر ذکر واذکار کریں، درود پاک کی کثرت کریں، ہم لوگ رات میں دو ہی بجے اٹھ جاتے، سردیوں کی ٹھنڈی راتیں ہوتی تھیں، مگر نہانے میں کاہلی نہیں کرتے، کپڑے پہنتے اور اپنے گاؤں سے چل کر یہاں جامعہ میں حاضر ہوتے، یہاں کے معمولات میں شریک ہوتے، صبح صادق کے وقت ولادت رسول کی گھڑی آتی تو پورے جامعہ کے طلبہ و اساتذہ، یہاں کے تمام مسلمان حضرات اپنے سرکار کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے، جھوم جھوم کر، صلاۃ و سلام پڑھا جاتا، اس وقت بڑا پر کیف منظر ہوتا، لوگ عشق رسالت میں ڈوب جاتے، اور ایک حسین سماں بندھ جاتا، حضرت اس وقت کھانے پینے کا بھی اعلیٰ انتظام فرماتے تھے، لوگ کھاتے پیتے تھے اور قاعدے سے بارہ ربیع الاول مناتے تھے۔

دن میں جلوس نکلتا، حضرت اس میں عالمانہ وقار کے ساتھ شریک ہوتے، بہت سارے لوگ شرکت کرتے، نعرۂ تکبیر و رسالت کی صدائیں گونجتیں اور یہاں کا ماحول عشق رسالت میں ڈوب جاتا۔

محرم الحرام کا مہینہ آتا تھا، اس مہینے میں بھی حضرت خصوصی اہتمام فرماتے، پروگرام ہوتے، امام پاک رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کا ذکر جمیل ہوتا۔

ہم لوگ گھر سے کھاپی کر آتے تھے، تین تین، چار چار کلومیٹر سے لوگ پیدل یا سواری سے آتے، تین چار بجے تک پروگرام چلتا، لوگ شریک ہوتے اور سن کر گھر واپس ہوتے۔

علاقے کے علما عزت کرتے

حضرت یہاں پر بڑے مقبول تھے، عوام ہوں کہ خواص سب ان کی عزت کرتے تھے، بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ بغض و حسد کا نتیجہ تھا، یہاں کے کچھ نیم حکیم علما تھے جو حضرت سے جلن رکھتے مگر جو اہل علم تھے، وہ حضرت کی قدر کرتے، اپنے پروگراموں میں بلواتے اور ان کی عزت افزائی میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے۔

حضرت کسی کی برائی نہیں کرتے

بھلے ہی یہاں کے بہت سارے حاسدین آپ کی برائی کرتے، آپ پر تنقید کرتے، پیٹھ پیچھے آپ کی غیبت کرتے، مگر حضرت کی شان بالکل الگ تھی، آپ کو جو کچھ کہنا ہوتا، منھ پر کہتے، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہیں کرتے، نہ اس کی غیبت کرتے، کوئی کرتا تو اس پر کان نہیں دھرتے، بالکل سختی سے ڈانٹ دیتے، ہمیشہ لوگوں کی ہدایت کی دعا کرتے، ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے۔

{...}

محمد نظام الدین خاں قادری ایوبی

ضلع دیوریا

جھلکیاں

☆پہلی ملاقات

☆جب سرکار نے مجھے مارا

☆انقلاب حال

☆جب میں نے حج کیا

☆میری قسمت کی معراج

☆یادگار واقعہ

☆غازی پور میں نوازش

☆میں سرکار سے بہت قریب تھا

☆سرکار کی ایک خاصیت

☆کیفیت دور ہو جاتی

☆اشکوں کے سوا میرے پاس کچھ نہیں

☆آخری ملاقات

پہلی ملاقات

سرکار سے میری پہلی ملاقات ۱۹۷۹ء میں ممبئی میں ہوئی، ہمارے یہاں کے بہت سارے لوگ ممبئی میں رہتے تھے، انھیں کے ساتھ حضرت سے پہلی بار ملاقات ہوئی، اس وقت بیعت نہیں ہوا تھا۔

دوسری بار ۱۹۸۰ء میں جب حضرت کی ہمشیرہ کی شادی تھی، اس میں سرکار نے ہمیں مدعو کیا تھا، فوجدار بھائی، عاشق بھائی اور ہمارے ساتھ کئی لوگ مدعو تھے، ہم لوگ اپنے گھر سے چھاتا لگاکر پیدل شادی میں شریک ہوئے تھے۔

بارات ''ریتا'' سے آئی تھی، رات کے دوڈھائی بجے کے آس پاس بارات آئی، رات میں شادی ہوئی، صبح ہم لوگ ''ٹم ٹم گاڑی'' جو یہاں سے چلتی تھی اسی پر بیٹھ کر اپنے گھر واپس ہوئے۔

اس کے بعد ممبئی جانا ہوا، حضرت سے بار بار ملاقات ہوئی، مگر مرید ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۹۸۳ء میں سرکار ممبئی تشریف لے گئے، اس وقت وہاں پر خانقاہ وغیرہ کی باضابطہ تعمیر نہیں ہوئی تھی، حضرت کے ساتھ میں محفوظ بھائی بھی تھے، ایک دن عصر کے بعد ہم لوگ بیٹھے تھے، سرکار کی بارگاہ میں، اچانک آپ نے فرمایا کیوں کیا بات ہے کہ اتنے دن سے آتے جاتے ہو کچھ بولتے کیوں نہیں؟ دل میں جو بات میں نے چھپاکر رکھی تھی، سرکار کی نظر عنایت ہوئی تو دل سے باہر آنے کو بے تاب ہوگئی، میری آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہ نکلا، زاروقطار روتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ سرکار ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۳ء تک میں آپ کی بارگاہ سے جُڑا ہوں، ایک راز کی بات ہے جسے میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا، بات یہ ہے کہ جب سے میری والدہ کا انتقال ہوا، تب سے آج تک میری ماں کا چہرہ میری نگاہوں سے ہٹتا نہیں ہے، ان کا چہرہ میرے سامنے رہتا ہے، میں اسی کی

زیارت میں روتا رہتا ہوں، اسی لیے کچھ بولتا نہیں ہوں، سرکار نے فرمایا کہ اچھا یہ بات ہے، ٹھیک ہے، اب انتظار کس بات کا ہے، بیعت ہو جاؤ، میں نے حیرت سے کہا کہ بیعت ہو جاؤں؟ سرکار نے فرمایا: ہاں، میں نے وضو کیا، پھر سرکار سے بیعت ہو گیا، اس وقت میرے ساتھ صرف محفوظ بھائی تھے، اسی لیے میرے بیعت ہونے کا علم کسی کو نہیں ہوا، بیعت ہونے کے بعد سرکار نے مجھے مٹھائی کھلائی، اس کے بعد مجھے سبق پڑھنے کو دیا گیا، میں وہاں سے چلا آیا، اس کے بعد ایک لمبی مدت یوں ہی گزری، میں گمنامی کی زندگی گزارتا رہا، کسی کو میرے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، خانقاہ میں آتا جاتا، خاموشی سے بیٹھتا، سرکار سب سے فرماتے کہ مجھ سے پوچھو، نماز کے بارے میں، روزہ کے بارے میں، شرعی مسائل کے بارے میں، مگر میں اکثر خاموش ہی رہتا، کبھی کبھار پوچھتا بھی تھا، اس طرح سے وقت گزرتا رہا۔

جب سرکار نے مجھے مارا

ممبئی کا واقعہ ہے، سرکار خانقاہ کے پاس چارپائی پر بیٹھے تھے، ہم لوگ بھی بیٹھے تھے، سامنے سے ''تعزیہ'' گزر رہا تھا، میرے منھ سے کوئی ایسی بات نکلی کہ جس سے سرکار ناراض ہو گئے اور بہت زور سے ایک طمانچہ مارا، جیسے کان کے پردے پھٹ گئے، سرکار نے فرمایا کہ اسے کمرے میں بند کر کے کواڑ لگا دو، اور مجھے حکم دیا کہ جب تک میں تقریر کر کے واپس نہ آجاؤں تب تک تم میرے بستر پر آرام کرو۔

اسی رات میں سرکار کے خصوصی فیض سے میرا ''پاس انفاس'' جاری ہو گیا، رات بارہ ایک بجے حضرت کی واپسی ہوئی، اس وقت میں حضرت کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو رہا تھا، میرا وظیفہ جاری تھا، سرکار سے پہلے ایک مولانا اعجاز نام کے تھے، گورکھ پور کے، نئی عمر کے تھے، وہ کمرے میں تشریف لائے، مجھے احساس ہوا کہ کوئی آرہا ہے، مگر میں بستر سے اٹھا نہیں، ادھر پاس انفاس جاری دیکھ کر مولانا صاحب گھبرا گئے، الٹے قدم واپس ہوئے، اتنے

میں سرکار خانقاہ میں داخل ہوئے، مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت نظام بھائی کو کیا ہو گیا، سرکار نے فرمایا کہ کچھ نہیں ، شاید کچھ طبیعت خراب ہے، سرکار نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں نظام الدین ، بھوک لگی ہے ؟ کچھ کھانا پینا ہے ، میں نے کہا ، نہیں ! سرکار نے فرمایا کہ اچھا چار گھنٹے سے جس کا پاس انفاس جاری ہوا سے بھوک کیسے لگ سکتی ہے ، خیر تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھا، وضو کیا، نماز پڑھی ، پھر وہیں پر سرکار کے پاس سو گیا، رات میں جانا مناسب نہیں تھا، کچھ رات گزری کہ سرکار نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا، جیسے ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے، اس طرح سے سرکار نے مجھے محبت سے نوازا، وفور محبت سے میری پیشانی چومنے لگے ، سرکار نے اتنی شدت سے مجھے اپنی شفقتوں سے نوازا کہ میں مسحور ہو گیا، اور آج اسی کا فیض ہے کہ میرا چہرہ سرکار کے چہرے کے مشابہ ہے۔

اس کے بعد مجھ پر عجیب دیوانگی طاری ہوئی ، اپنے گھر گیا، ایسا لگتا کہ میرے گھر میں مجھے گنبد خضرا کا نقشہ نظر آرہا ہے ، ہر دم ذکر و فکر میں مشغول رہتا، لوگوں پر میری بیعت کا راز کھل چکا تھا، لوگ مجھے دیوانہ سمجھنے لگے تھے ، میں نے سرکار سے اپنی اس کیفیت کا ذکر کیا، سرکار نے فرمایا کوئی بات نہیں ، اطمینان رکھو۔

انقلاب حال

سرکار سے جب میں بیعت ہوا، اس وقت میں انگریزی لائن سے پڑھائی کر رہا تھا، سائنس میرا اختیاری مضمون تھا، دین داری سے بالکل ناواقف تھا، چہرہ داڑھی سے خالی تھا، سرکار سے مرید ہونے کے بعد، اور مذکورہ واقعہ پیش آنے کے بعد میرے حالات یکسر بدلنے لگے ، نماز روزہ سے دلچسپی پیدا ہو گئی ، داڑھی رکھ لی ، ذکر و اذکار میں لگ گیا، ہر کوئی بس یہی کہتا تھا کہ نظام الدین پاگل ہو گیا۔

سات سال تک میری یہی کیفیت رہی ، باہر جانے کے ارادے سے میں اور نورالدین بھائی دونوں پاسپورٹ بنوا کر ممبئی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے ، سرکار نے نورالدین بھائی

سے فرمایا کہ تم باہر نہیں جاؤ گے، یہ نظام الدین جائے گا، سرکار نے نورالدین بھائی کا پاسپورٹ لے کر ان سے فرمایا کہ تم گھر واپس چلے جاؤ، اور سرکار نے مجھے وہیں پر روک کر فرمایا کہ تم ڈرائیونگ سیکھ لو، کچھ دن بعد کچھ لوگوں کے ساتھ میں دبئی چلا گیا۔

دبئی میں جس کام کے لیے گیا تھا، وہ ملا نہیں، کھانے وغیرہ کی بھی بڑی دِقّت تھی، وہ سب شراب وغیرہ کے عادی تھے، مجھے شراب سے بڑی نفرت تھی، کھانے کے بعد قے ہو جاتی تھی، بیس دن تک یہی کیفیت رہی، اس کے بعد سرکار کی دعا سے حالت سدھرنے لگی، اور انھیں کی دعاؤں کے طفیل آج تک میں خوش حال ہوں، مجھے کھانے پینے کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی، جہاں بھی چلا جاؤں ہر جگہ کھانے پینے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے، یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

جب میں نے حج کیا

سرکار سے میں نے عرض کیا کہ میں مدینہ طیبہ دیکھنا چاہتا ہوں، سرکار نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جلد ہی انتظام ہو جائے گا، اتنے میں سعودی کا ویزہ مل گیا، سرکار نے فرمایا کہ جاؤ، اور کچھ کمانا یا نہ کمانا حج ضرور کر کے آنا، میں نے عرض کیا، سرکار کچھ نصیحت فرمائیے، سرکار نے فرمایا وہاں بدمذہبوں سے دور رہنا، ان کی طرح داڑھی نہ بڑھانا، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہیں، میں نے وعدہ کیا کہ ٹھیک ہے سرکار جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہو گا۔

۸ مہینے تک سعودی میں رہا، بہت پریشان رہا، گھاس کاٹنے کا کام کرتا تھا، میرا کفیل مجھے صرف کھانا دیتا تھا، میں بہت پریشان تھا، مگر ارادہ کر کے گیا تھا کہ جب تک حج نہیں کر لوں گا واپس نہیں جاؤں گا۔

اس سفر میں میں نے پیسہ تو نہیں کمایا، مگر سرکار کے کرم سے حج کی سعادت حاصل کر لی، آٹھ مہینے کے بعد جب حج کے ایام آئے اس وقت میں مدینہ شریف میں تھا، گھاس کاٹنے کا کام کرتا تھا، سات ذوالحجہ کی تاریخ کو میرے کفیل نے مجھے چار سو ریال دے کر کہا کہ جاؤ اتنے میں حج کر کے آؤ، میں اس سے خوب لڑا کہ اتنے میں کیا ہو گا، آخر کار اس نے مجھے ایک ہزار ریال دیا،

میں فوراً مدینہ شریف سے حج کے لیے روانہ ہوا، اور مکہ شریف میں ارکان حج ادا کیے، قربانی بھی اپنے ہاتھ سے کی، کیوں کہ سرکار نے اپنے ہاتھ سے کرنے کے لیے کہا تھا، فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد میرا مقصد پورا ہو چکا تھا، اس لیے واپس اپنے وطن کو آ گیا۔

میری قسمت کی معراج

جس دن میں سعودی سے واپس ممبئ آیا اسی دن خانقاہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تھا، مٹیریل وغیرہ گر رہا تھا، سرکار نگرانی فرما رہے تھے، سرکار نے جیسے دیکھا فرمایا کہو کما کر لائے ہو، میں نے عرض کیا سرکار آپ کو تو سب معلوم ہے، فرمایا اچھا اچھا کوئی بات نہیں، آٹھ دس دن ممبئ میں رہا، اس کے بعد گھر واپسی کے لیے ٹکٹ بنوایا، سرکار سے ملاقات کے لیے گیا، سرکار نے دیکھتے ہی فرمایا آپ کی ایک امانت ہے میرے پاس، میں نے سب کو دے دی ہے، آپ کی باقی ہے، میں حیران کہ معاملہ کیا ہے؟ سرکار نے فرمایا کہ شینُل اٹیچی اٹھاؤ، اٹھا کر دی گئی، سرکار نے اس میں سے خلافت نامہ نکالا، اور مجھے عنایت فرمایا یہ میری قسمت کی معراج کی گھڑی تھی۔

یادگار واقعہ

میری دلی خواہش تھی کہ میں سرکار کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل کروں، مگر ابھی تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، ایک بار سرکار عمرہ پر گئے، میں ساتھ نہیں جا سکا، سرکار جب واپس آ گئے تب مجھے حج پر جانے کا اتفاق ہوا مگر ایک رکاوٹ یہ تھی کہ میرے ویزے پر مہر نہیں لگ پا رہی تھی، سرکار شینل بھائی کے یہاں شادی میں گئے تھے، معلوم ہوا تو فرمایا کہ شینل اس کو تین دن تک کے لیے خانقاہ میں اعتکاف میں بیٹھاؤ، اس کا کام ہو جائے گا، شینل بھائی نے چادر باندھ کر ایک کونے میں اعتکاف میں بیٹھا دیا، تین دن گزرنے سے پہلے الحمدللہ! میرا کام ہو گیا، ویزے پر مہر لگ گئی، میں سرکار سے ملنے گیا تو سرکار نے اس وقت بھی وہی نصیحتیں فرمائیں کہ

دیکھو جاتو رہے ہو مگر یاد رکھنا بد مذہبوں سے دور رہنا، ان کی طرح حلیہ نہ بنانا، ان کی شادی غمی میں شریک نہ ہونا، میں نے سب باتوں کا اقرار کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

غازی پور میں نوازش

سرکار نے ایک بار نور الدین بھائی کو خواب میں فرمایا کہ دو عمامہ لے کر غازی پور چلو، نور الدین بھائی اور ہم سبھی لوگ غازی پور دادا میاں کی بارگاہ میں پہنچے، وہاں سرکار نے نور الدین بھائی سے پوچھا کہ عمامہ لائے ہو، نور الدین بھائی نے عرض کیا جی سرکار، ایک عمامہ شاہد بھائی (مرحوم) کے پاس سے لے کر سرکار نے میری اور نور الدین بھائی دونوں کی دادا سرکار کے حجرہ میں دستار بندی فرمائی۔

میں سرکار سے بہت قریب تھا

مرید ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی مجھے یہ شرف حاصل رہا کہ میں سرکار سے بہت قریب رہا، میں کب مرید ہوا کیسے مرید ہوا، شاید ہی کسی کو معلوم ہو، مگر اتنا سب کو معلوم تھا کہ سرکار مجھے بہت زیادہ چاہتے ہیں۔

سرکار کی ایک خاصیت

سرکار کی ایک بڑی خاصیت یہ تھی کہ جس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور فرماتے کہ دباؤ تو جیسے ہی وہ دباتا اس کا "پاس انفاس" جاری ہو جاتا، اور جب تک دباتا رہتا تب تک جاری رہتا، جیسے ہی بند کرتا بند ہو جاتا۔

کیفیت دور ہو جاتی

کسی پر چاہے جتنی وجد کی کیفیت طاری ہو، بس سرکار اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے اور اس کی کیفیت دور ہو جاتی، وہ فوراً بے خودی سے ہوش و حواس کی دنیا میں آجاتا۔

اشکوں کے سوا میرے پاس کچھ نہیں

ایک بار میں سرکار کی بارگاہ میں بیٹھا تھا، سرکار کے پاس اس وقت اور بھی لوگ تھے، سرکار پر اس وقت عجیب کیفیت طاری تھی، سرکار نے پوچھا کہ اگر میں تم کو کچھ دوں تو تُو مجھ کو کیا دے گا، میں نے حیرت سے عرض کیا کہ سرکار آپ کے پاس تو بہت کچھ ہے، آپ دے سکتے ہیں، میرے پاس کیا ہے جو میں نذر کروں گا؟ ہاں آنسو ہیں وہی نذر کرتا رہوں گا، سرکار بہت خوش ہوئے، اس واقعہ کے بعد میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے، اور آج بھی بڑی آسانی سے میرے آنسو نکل آتے ہیں۔

آخری ملاقات

۲۰۰۰ء میں میں سرکار سے ملاقات کے لیے گیا، اس وقت سرکار خانقاہ میں تھے، سوٹ کیس وغیرہ لے کر میں خانقاہ میں پہنچا، فجر کے بعد کا وقت تھا، سرکار نماز سے فارغ ہو کر وظیفے میں مصروف تھے، میں نے آواز دی، سرکار نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا نظام، سرکار نے فرمایا اندر آجاؤ، میں اندر گیا، سرکار کے ہاتھ میں ایک گلاس پانی اور دو کھجوریں تھیں، سرکار نے کھانے کے لیے دیا، میں نے کھانا شروع کیا، کافی دیر تک کھاتا رہا، تقریباً آدھا گھنٹہ لگ گیا، صرف دو کھجور کھانے میں، اس کے بعد پانی پیا، سرکار نے مجھے اپنے سے چمٹا لیا، سینے سے لگ کر رونے لگے، مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ یہ تو بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ سرکار سے میری آخری ملاقات تھی، اس لیے سرکار اتنی محبت فرمارہے تھے۔

یہ میری آخری ملاقات تھی، اپنے پیر و مرشد سے۔

{...}
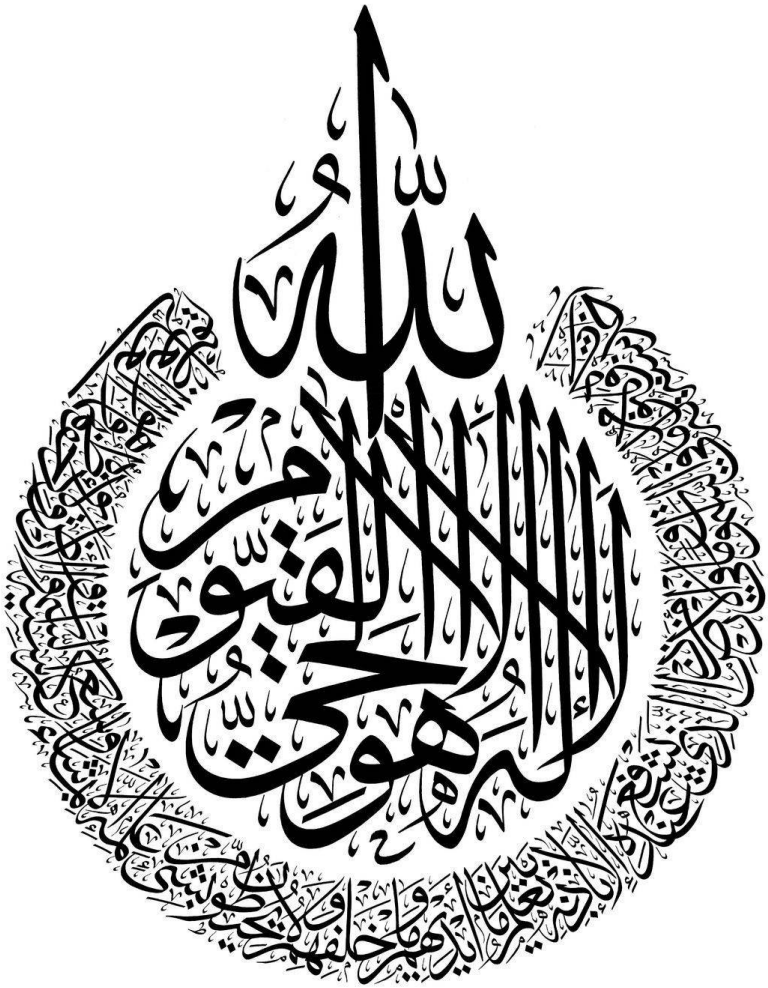
آیۃ الکرسي سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۵

شمس الہدیٰ بن علاء الدین

پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆میری سعادت مندی
☆حضرت کی مجلس
☆وہ پیٹھ پیچھے کی خبر رکھتے تھے
☆میں نے قرآن حضرت سے پڑھا
☆آپ کی ذات سے رونق تھی
☆اصلاحی جذبہ
☆حضرت کا اخلاص
☆حضرت کی تقریر
☆حضرت کی خانقاہ
☆آپ کی سب سے بڑی خوبی
☆آپ کی شانِ استغنا
☆محرم کی تقریر
☆ہر کسی پر اعتماد کرتے
☆مدرسہ کا نظام
☆ موجودہ سیاست سے دوری
☆پیرا ہاؤس، ممبئی

میری سعادت مندی

میں حضرت سے مرید نہیں ہوسکا، جب دل میں خواہش ہوئی تو وقت نکل چکا تھا، مگر ایک پیر ہی کی طرح حضرت سے عقیدت تھی، کافی قدر کرتا تھا میں، فاضل نگر اکثر جاتا تھا، شام کو واپسی میں جب ادھر سے گزرتا تو حضرت دیکھ کر روک لیتے، اور یہیں مدرسے میں بارہ بارہ بجے تک اپنے پاس بیٹھائے رہتے، یہی میری سعادت مندی تھی کہ حضرت کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت موقع میسر آیا، ایسے اللہ والے کے ساتھ رہنے کو ملا جو ایک اچھے عالم دین ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل بھی تھے۔

حضرت کی مجلس

آپ کی مجلس میں اکثر دین ہی کی باتیں ہوتی تھیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرت گفتگو فرماتے، دنیا کی بھی باتیں ہوتی تھیں مگر بہت کم، زیادہ تر اصلاحی گفتگو ہوتی، ہر کسی کا حال پوچھتے، کوئی شخص اگر کچھ پوچھ لیتا تو اس کا جواب دیتے، اور لوگوں کو سمجھاتے بجھاتے، ان کو نماز ،روزہ کی تلقین فرماتے، نماز پر خصوصی زور دیتے، اور ہر حال میں ادائیگی کا حکم دیتے، خود بھی نماز کے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے، صحیح یہ ہے کہ وہ اپنی طرح ہر کسی کو نمازی دیکھنا چاہتے تھے۔

وہ پیٹھ پیچھے کی خبر رکھتے تھے

ایک بار ہم لوگ یہیں پپرا کنک ہی میں حضرت کی مجلس میں بیٹھے تھے، ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تم نے فلاں غلط کام کیا ہے، یہ کام چھوڑ دو، وہ آدمی حیرت میں پڑ گیا، اس نے پوچھا کہ کون سا غلط کام؟ حضرت نے فرمایا کہ کل رات تم نے بدکاری کا کام کیا ہے، اس کام کو چھوڑ دو، وہ آدمی حیران ہو گیا، اس نے ندامت کے ساتھ کہا، میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں، اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ یار گناہ تو واقعی میں نے کیا ہے، مگر حیرت اس پر ہے کہ حضرت کو کیسے خبر ہو گئی؟ میں نے کہا حضرت کی نگاہ ہی کچھ اور ہے۔

میں نے قرآن حضرت سے پڑھا

ایک بار حضرت نے مسجد سے اعلان فرمایا کہ اس آبادی میں جو بھی لوگ عربی پڑھنا چاہتے ہوں وہ شام کو میرے پاس آکر پڑھ سکتے ہیں، چاہے بچے ہوں، جوان ہوں، یا بزرگ، اس وقت میں ہائی اسکول کا امتحان دے چکا تھا، عربی پڑھنا چاہتا تھا، ”یسرنا القرآن“ لے کر حضرت کے پاس گیا، پہلے یسرنا القرآن پڑھا پھر سیدھے قرآن شریف پڑھا، بہت سارے بڑے بزرگ تھے جورات میں حضرت کے پاس آتے تھے اور قرآن شریف پڑھتے تھے، حضرت باضابطہ سب کا سبق سنتے تھے، ایک بار میں جلدی جلدی سبق سنا رہا تھا، حضرت نے مجھے روک دیا پھر سے پڑھ کر بتایا، تب مجھے احساس ہوا کہ جلد بازی میں میں غلط پڑھ رہا تھا، حضرت نے بتایا کہ اس طرح سے پڑھو، حضرت نے بتایا کہ آہستہ پڑھو، تلفظ کا خیال رکھو، کہاں رکنا ہے، کہاں پڑھنا ہے، اس کا لحاظ کرو، بہت ادب و احترام کے ساتھ پڑھو، ایک مہینے میں حضرت کی خصوصی توجہ سے میں نے قرآن شریف پڑھ لیا تھا، میرے علاوہ بہت سارے لوگ ہیں جنھوں نے حضرت سے قرآن شریف پڑھا، بچے، جوان، بوڑھے، ہم نوجوانوں کی ایک جماعت حضرت نے بنادی تھی، ہم لوگ بہت شوق سے پڑھتے تھے بہت سارے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

آپ کی ذات سے رونق تھی

آپ کی شخصیت بہت باوقار تھی، جب مدرسے میں رہتے تھے، اس وقت عصر کے بعد یہیں بینچ اور کرسیاں لگائی جاتی تھیں، علمائے کرام، اساتذۂ دارالعلوم اور آبادی کے معزز حضرات بیٹھتے تھے، سب کی توجہ کا مرکز حضرت کی ذات تھی، دینی و دنیوی معاملات پر باتیں ہوتی تھیں، ایسا لگتا تھا کہ نور برس رہا ہے، بڑی رونق رہتی تھی، آپ کی ذات عوام و خواص کا مرجع تھی، لوگ اپنی باتیں حضرت کے سامنے پیش فرماتے، حضرت سب کی سنتے، اپنی وسعت بھر سب کا تعاون فرماتے، سب کے مسائل حل کرتے۔

اصلاحی جذبہ

حضرت پیر اکنک اور قرب وجوار کی اصلاح کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہتے، یہاں کے لوگوں کی ترقی کے لیے ہر دم کوشاں نظر آتے، آج یہاں جو کچھ بھی ہے، جو بھی خوش حالی ہے، سب انھیں کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے، گاؤں میں غریبوں کی امداد فرماتے، حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے، لوگوں کے اندر حصول رزق کا جذبہ پیدا کرتے، حلال روزی کمانے کی تاکید فرماتے، حصول علم کا شوق دلاتے، آج جامعہ رضویہ شمس العلوم جسے آپ دیکھ رہے ہیں، سب کچھ انھیں کی محنتوں کا ثمرہ ہے، بنیاد رکھنے سے لے کر اس مقام تک پہنچانے میں حضرت ہی کی جدوجہد شامل ہے، ورنہ اتنا بڑا مدرسہ ایک چھوٹی سی آبادی سے کیسے چل سکتا، حضرت باہر سے چندہ کرتے، اور سب لا کر جامعہ میں لگا دیتے، ہر دم بس اسی کی تعمیر و ترقی کے بارے میں سوچتے، یہیں مدرسہ میں قیام فرماتے، اور رات دن اسی کی فلاح و بہبود میں لگے رہتے۔

حضرت کا اخلاص

میں نے بارہا دیکھا ہے کہ اسی آبادی میں بہت سارے لوگوں کی حضرت نے ضرورت پوری فرمائی، مگر نہایت خاموشی اور رازداری سے، ڈھول پیٹ کر اعلان نہیں کیا، نہ ہی کسی کی غربت کا تماشا بنایا، ضرورت مند کی ضرورت ایسی پوری فرمادیتے کہ ان کے اہل خانہ کو بھی پتہ نہیں چلتا تھا، ان کے اندر دکھاوا نہیں تھا، وہ بے نفس و بے ریا، محض رضائے الٰہی کے طلب گار تھے، اور اسی نیت سے ان کا ہر عمل ہوا کرتا۔

حضرت کی تقریر

یہاں جمعہ کے دن خصوصی طور سے حضرت کا بیان ہوتا، الگ الگ موضوع پر بولتے، بس یوں سمجھ لیں کہ آج پیر اکنک کے اندر جو بھی دینی شعور پایا جاتا ہے، وہ آپ ہی کی اصلاحی تقریروں کا نتیجہ ہے، آپ نے بہت سارے مواقع پر تقریریں فرمائیں، اور ان سے لوگوں کی

اصلاح بھی ہوئی، آپ کی تقریر موثر ہوتی تھی، لوگوں کے اندر تبدیلی لانے والی ہوتی۔

حضرت کی خانقاہ

ہم لوگ جب سعودی عرب جارہے تھے، اس وقت حضرت کی ممبئی والی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا، پہلی بار جب حاضری ہوئی، بہت بھیڑ تھی، ہم لوگ ننگے سر تھے، ویسے ہی بے تکلفی میں جاکر بیٹھ گئے، اس درمیان تو حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، مگر جب سب لوگ چلے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ اس طرح کی مجلسوں میں ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے، سر کو ڈھک لینا چاہیے، میں نے عرض کیا، حضرت ہمارے پاس ٹوپی نہیں ہے، حضرت نے پاس میں رکھے ہوئے ٹوپیوں کا بنڈل اٹھاکر ہمیں دے دیا اور فرمایا جتنی مرضی ہو لے لو مگر ننگے سر نہیں رہنا۔

جب بھی خانقاہ میں جاتے خوب کھلاتے پلاتے، ہر کسی کا خیال رکھتے، ساتھ میں کھانا کھلاتے، جب چلنے لگتے تو جو بھی پھل فروٹ آتا تھا، تھیلی میں باندھ کر ہمیں دے دیتے، مطلب یہ کہ انھیں پتہ چلنا چاہیے کہ فلاں آدمی کو فلاں ضرورت ہے وہ اس کو پوری کرنے کے لیے جان لڑادیتے۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی

حضرت کے اندر بہت سارے خوبیاں تھیں، مگر ان میں سب سے نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ کے اندر بدلے کی ’’بھاؤنا‘‘ نہیں تھی، وہ کسی سے انتقام لینے کے بارے میں سوچتے بھی نہیں تھے، وہ ہر ظلم برداشت کر لیتے، ہر کسی کی گالی سن لیتے، مگر اس سے بدلہ لینے کی نہیں سوچتے، آپ کے مریدین میں ایک سے بڑھ کر ایک ’’دادا‘‘ قسم کے لوگ تھے، اثرورسوخ اور صاحب حیثیت افراد تھے، سب کہتے تھے کہ حضرت بس اشارہ فرمادیں، مگر حضرت ہمیشہ معاف کرنے کو کہتے، اور ایک دوسرے سے تعلقات بنائے رکھنے کی تاکید فرماتے، جو کاٹتا اسے جوڑنے کی تلقین فرماتے، میرے خیال میں یہ ان کی سب سے بڑی خوبی تھی، جو دیگر علما و مرشدین میں آپ کو ممتاز کرتی ہے۔

آپ کی شان استغنا

حضرت نے جو کچھ کیا مسجد و مدرسہ کے لیے کیا، آپ عمارت بنوانے کے بڑے شوقین تھے، آج جامعہ رضویہ شمس العلوم میں جتنی عمارتیں ہیں سب آپ کی تعمیر کردہ ہیں مگر آپ نے اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہیں بنوایا، ایک چھوٹا سا گھر تھا، اسی میں آپ کے بچے رہتے تھے، چاہتے تو بنگلہ بنوا لیتے، مگر آپ کو اپنے لیے کچھ نہیں کرنا تھا، جو کچھ بھی کیا سب مدرسہ کے لیے کیا، آج یہ خانقاہ کی عمارتیں جو آپ دیکھ رہے ہیں سب آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان نے بنوائی ہیں۔

محرم کی تقریر

یہاں محرم میں دس دن کا تقریری پروگرام ہوتا تھا، بہت سارے لوگ آتے تھے، یہاں کے بھی اور قرب و جوار کے بھی، سب ذوق و شوق سے آپ کی تقریر سنتے تھے، ایک ہجوم رہتا تھا، سب تقریر سن کر روتے تھے، اور کافی متاثر ہوتے تھے، آپ جو بھی بیان فرماتے حوالہ دلیل کے ساتھ بیان فرماتے، اور پہلے خود عمل کرتے پھر بیان کرتے تھے، گویا آپ عالم باعمل تھے۔

ہر کسی پر اعتماد کرتے

آپ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ ہر کسی پر بھروسا کرتے تھے، ہر کسی پر اعتماد کرتے تھے، چوں کہ آپ خود بھی نیک تھے، اس لیے ہر کسی کو نیک سمجھتے تھے، اچھا سمجھتے تھے، آپ کو اس سے نقصان بھی پہنچا، جن پر بھروسا کیا، انھوں نے پیٹھ پیچھے آپ کے ساتھ فریب کیا، مگر آپ کی یہ خوبی کم ہی لوگوں میں نظر آتی ہے۔

مدرسہ کا نظام

آپ کے دور میں یہاں مدرسہ میں بہت اچھا نظام تھا، تعلیمی معیار یہاں کا بہت عمدہ تھا،

خواہ اساتذہ ہوں یا طلبہ سب ڈسپلین سے رہتے تھے، خود گیارہ بارہ بجے رات تک نگرانی فرماتے، اور طلبہ واساتذہ کو متحرک رکھتے، ہر کوئی اپنے کام میں لگا رہتا، آج یہاں پپرا کنک میں جو بھی تعلیم وتعلم کا مزاج پایا جاتا ہے سب آپ کی عنایت ہے۔

موجودہ سیاست سے دوری

آپ کو سیاست سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی، سیاست سے عموماً دور ہی رہتے، بڑے بڑے نیتا یہاں ملاقات کے لیے آتے، آپ سے دعا لیتے، اور کامیاب ہوتے، مگر خود آپ نے کبھی سیاسی میدان میں قدم نہیں رکھا، ایک بار لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ایم۔ ایل۔ اے کا ٹکٹ لے لیجئے اور کھڑے ہو جایئے، مگر آپ کی طبیعت مائل نہ ہوئی اور اس سے باز رہے، ہاں حسب ضرورت سیاست دانوں سے تعلقات ضرور رکھتے، مگر ان کا پرچار یا حمایت نہیں کرتے، نہ ہی منبر رسول سے ان کے حق میں ایک لفظ بولتے۔

پپرا ہاؤس ممبئی

یہاں سے بہت سارے لوگ ممبئی جاتے، کچھ لوگ سعودی وغیرہ جانے کے لیے ممبئی جاتے، سب کے قیام و طعام کا انتظام پپرا ہاؤس ممبئی میں ہوتا تھا، کچھ لوگ خانقاہ میں رہتے تھے، حضرت حتی الامکان سب کی مدد فرماتے، پپرا ہاؤس آپ ہی کی ملکیت میں تھا، حضرت نے اسے ہم جیسے لوگوں کے قیام کے لیے لیا تھا، وہاں لوگ کئی کئی دن قیام کرتے، حضرت سب کا خیال فرماتے۔

{...}

جناب غیاث الدین صاحب ولد مبارک حسین صاحب

پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆حضرت کا کرم
☆جوہر یونیورسٹی کا واقعہ
☆اصلاحی خدمات
☆آپ کی مقبولیت
☆طلبہ پر آپ کی شفقت
☆حضرت کی مجلس
☆میری ایک غلطی کی اصلاح
☆ایک ہندو کی اصلاح
☆حضرت کا سلام
☆غیر مسلموں کے ساتھ آپ کا رویہ
☆اہتمام نماز
☆آپ کی نگاہ ولایت

میں مدرسہ غوثیہ امداد العلوم، تمکوہی راج میں کلرک کی حیثیت سے کام کرتا ہوں، ایک مزار شریف، جو تمکوہی راج میں ہے، اسی کی تعمیر کے لیے مجھے منتخب کیا گیا، مزار شریف کے لیے کچھ شیشوں کی ضرورت تھی، بہت تلاش کیا مگر نہیں مل سکا۔ اسی تلاش میں ممبئی جانا ہوا، وہاں جاکر ماہم شریف، حاجی ملنگ اور دیگر جگہوں پر حاضری کے لیے گئے، اپنے ایک ساتھی سے پوچھا کہ ''مولانا صاحب'' کہاں رہتے ہیں، اس نے بتایا: شیواجی نگر، گوونڈی میں رہتے ہیں، میں نے کہا چلو حضرت سے ملاقات کرکے آتے ہیں۔

ہم لوگ شیواجی نگر خانقاہ میں آئے، وہاں کی رونق ہی کچھ اور تھی، مریدین کا ازدحام تھا، لوگ حضرت کی خدمت میں لگے ہوئے تھے، جب ہم پہنچے تو ہمیں دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے، کہنے لگے کہ دیکھو میرے ماموں کا لڑکا آیا ہے، بہت دیر تک بٹھائے رہے اور حال چال پوچھتے رہے، پوچھا کہ کوئی پریشانی تو نہیں، ہم نے کہا حضرت کچھ بھی نہیں، بس آپ دعا فرمائیں، کافی دیر تک بیٹھے رہے، پھر چلنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو حضرت نے فرمایا رکو کھانا کھاکر جاؤ، کھانا منگایا، ہم نے کھایا اور جب چلنے لگے، تو حضرت نے مجھے سو روپے دیے اور فرمایا جب تک رہنا ممبئی میں یہاں آتے رہنا، میں نے عرض کیا حضرت اب تو خانقاہ دیکھ لی ہے، آنا جانا لگا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

ہم لوگ ایک ہفتہ رہے، روزانہ شام کو حاضر ہوتا، کھانا وہیں کھاتا تھا، مسلسل ایک ہفتہ کی حاضری رہی، حضرت کی صحبت میں رہنے کا اچھا موقع ملا۔

ایک دن پوچھا کہ گھر کب چلنا ہے، میں نے عرض کیا کہ بس کام فائنل ہو جائے پھر چلیں گے، جب کام ہو گیا تو میں نے بتایا، حضرت نے اے سی کا ٹکٹ لیا، اور مجھے ساتھ میں لے کر آئے، راستے بھر بہت ساری باتیں ہوئیں، مزار شریف کی تعمیر کے بارے میں بتایا تو حضرت بہت خوش ہوئے، اور دعائیں دیں۔

حضرت کا کرم

ایک بار حضرت نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ تم کو یہیں مدرسہ میں نوکری کرنی ہے، میں نے کہا حضرت میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، حضرت نے فرمایا سب پڑھ لوگے، یہیں سے سب امتحان وغیرہ دے کر ڈگری لے لینا، میں نے عرض کیا حضرت نوکری کرنے میں میرا دل نہیں لگتا ہے، میں یہاں بیٹھ کر کچھ بھی نہیں کر پاؤں گا، حضرت میری مجبوری سمجھ گئے اور فرمایا کہ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔

جوہر یونیورسٹی کا واقعہ

آج رام پور میں جو جوہر یونیورسٹی ہے، جسے اعظم خاں نے بنوایا، اس کی تاریخ حضرت سے جڑی ہوئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہاں کے ایک سیاسی نیتا تھے، موہن سنگھ، ایم پی تھے سماج وادی پارٹی سے، اکثر حضرت کے پاس آتے رہتے تھے، جب پہلا چناؤ جیتے تھے، اس سے پہلے ہی حضرت نے ان کی جیت کی خوش خبری سنادی تھی، کافی ووٹوں سے وہ الیکشن جیت بھی گئے، مخالف پارٹیاں سرگرم عمل تھیں مگر حضرت نے فرمادیا تھا کہ جیت کا سہرا موہن سنگھ کے سر ہی بندھے گا، آخر کار جب وہ جیت گئے تو حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت میں آپ کو کچھ دینا چاہتا ہوں، آپ کی کیا خواہش ہے، حضرت نے فرمایا یہاں مجھے ایک یونیورسٹی دے دیجئے، حاجی گوہر صاحب جو یہاں کے مشہور صوفی بزرگ تھے، انھیں کے نام سے یہاں ایک یونیورسٹی بنوا دیجئے، ''گوہر یونیورسٹی'' موہن سنگھ نے سدن میں ''گوہر یونیورسٹی'' کا پرستاؤ بھی پیش کر دیا تھا، مگر اپنوں کی غداری کی وجہ سے وہ پاس نہیں ہو سکا، آخر کار اعظم خان نے ''گوہر یونیورسٹی'' کو ''جوہر یونیورسٹی'' کے نام سے پاس کرالیا، جو آج رام پور میں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت کو پہچان نہیں پائے، آپ کے مقام و مرتبہ کو سمجھ نہیں پائے۔

اصلاحی خدمات

روزانہ حضرت کی خدمت میں پچیس پچاس آدمی آتے تھے، سب کی حضرت اصلاح فرماتے تھے، سب کو دین سکھاتے تھے، اور یہ ادارہ حضرت کی اصلاح کا مرکز تھا، یہاں سے صرف باہر ہی کے لوگوں کو نہیں بلکہ قرب وجوار کے لوگوں کی بھی اصلاح فرماتے تھے، جتنے بگڑے ہوئے لوگ تھے، اگر حضرت کی مجلس میں بیٹھ جاتے تو وہ سدھر جاتے اکثر نوجوان حضرت کی خدمت میں آتے تھے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے تھے، آج علاقے میں جو بھی بہتری آپ کو نظر آرہی ہے سب انھیں کی محنت وعنایت کا نتیجہ ہے۔

آپ کی مقبولیت

حضرت کی زبان میں اللہ نے بڑی تاثیر رکھی تھی، بس آواز لگادیتے، اور لوگ آپ پر نچھاور ہو جاتے، میری آنکھوں کے سامنے مدرسے کے لیے چندہ ہوا ہے، حدیث بھائی وغیرہ گواہ ہیں، حضرت پپرا کنک گاؤں میں نکل جاتے تو مرد وعورت سب نکل پڑتے، سب اپنی حیثیت کے مطابق چندہ دیتے، عورتیں اپنے زیورات نکال کر دے دیتیں، مرد اپنی کمائی آپ پر لٹا دیتے۔

طلبہ پر آپ کی شفقت

جامعہ کے طلبہ سے حضرت بڑی محبت فرماتے تھے، ان کے سکھ دکھ کا خیال رکھتے، کیا کھاتے ہیں، کیا پیتے ہیں، کوئی بیمار تو نہیں، ان سب باتوں پر حضرت خصوصی نگاہ رکھتے، ایک بار مطبخ میں کھانے والے کچھ طلبہ نے جو غالبًا بہار کے تھے، پڑھائی کے وقت میں بغل کی دکان سے پاؤروٹی خرید کر ناشتہ کر لیا، حضرت کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے، اور تین طلبہ کو بلا کر ان سے باز پرس کی، انھوں نے کہا حضرت کئی دن سے روٹی نہیں مل رہی ہے، اس لیے پاؤروٹی خرید کر کھانا پڑا، حضرت نے انھیں سمجھایا کہ ہو سکتا ہے

باورچی کی طبیعت خراب ہوگئی ہویا اور کوئی پریشانی کی بات ہو، ایسا کچھ تھا تو مجھ سے کہنا چاہیے تھا، فوراً حضرت نے آرڈر کیا، رات ساڑھے دس بجے دو بوری آٹا منگایا گیا، پھر طلبہ کی روٹی کا انتظام ہوا، یقیناً یہ طلبہ پر آپ کی بے پایاں شفقت تھی، ان کی ذرّہ بھر پریشانی دیکھ کر آپ خود پریشان ہوجاتے۔

حضرت کی مجلس

بارہا مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا، اکثر آپ دین ہی کی باتیں کرتے، کسی کی غیبت نہ کرتے نہ سنتے، دنیا میں کیا ہورہا ہے بہت زیادہ اس کے پیچھے نہیں پڑتے، بس اپنے کام سے کام رکھتے، آپ کی گفتگو زیادہ تر ادارہ کی فلاح و بہبود سے متعلق ہوتی، دن رات اسی کا ذکر فرماتے، یا تو پھر مسجد کے بارے میں بات ہوتی، قوم کی صلاح و فلاح پر بات کرتے اور نماز روزے کی تلقین فرماتے، جس کو ایک بار دل سے سمجھا دیتے وہ سدھر جاتا، بہت روحانی مجلس رہتی تھی آپ کی، ویسی مجلس اب دیکھنے کو نہیں ملتی۔

میری ایک غلطی کی اصلاح

ایک بار مجھ سے ایک ایسی غلطی ہوگئی جو ناقابل بیان ہے، قاسم بھائی نے آکر حضرت سے بتادی، حضرت کی خدمت میں، مَیں جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جو بھی کر رہے ہو غلط ہے، اس سے توبہ کرلو، میں نے غلطی کا احساس کیا اور ندامت کے ساتھ اپنی غلطی سے توبہ کی۔

ایک ہندو کی اصلاح

میرے ساتھیوں میں ایک غیر مسلم تھا، جس کا نام مُنّا تھا، اصل میں اس کا نام اروند سنگھ تھا، ایک بار وہ حضرت کی مجلس میں میرے ساتھ آیا، حضرت نے فرمایا کہ تم پاک صاف

نہیں رہتے ہو، وہ کہنے لگا کہ واقعی میں پاک نہیں رہتا ہوں اب پاک رہنے کی کوشش کروں گا، اس کے بعد وہ مسلمانوں کی طرح باضابطہ استنجا کرتا، کئی بار ہم لوگوں سے کہا کہ میری سنت یعنی ختنہ کرادو، وہ حضرت سے تعویذ بھی بنوا کر لے گیا، گوپال گنج، بہار کا رہنے والا تھا، حضرت کا بڑا معتقد تھا، جب تک حیات میں رہے آپ سے عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔

حضرت کا سلام

تقریر یا نماز کے بعد حضرت جب سلام پڑھتے تھے تو عجیب سماں ہوتا تھا، ایک روحانی کیفیت ہوتی تھی، لوگ رونے لگتے، سب کی آنکھوں میں آنسو ہوتا، سب رو رو کر اپنے آقا کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے، ویسا سلام میں نے آج تک کسی کو پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

غیر مسلموں کے ساتھ آپ کا رویہ

غیر مسلموں کے ساتھ آپ شریعت کے دائرے میں رہ کر بہتر سلوک فرماتے تھے، ان کی غلط باتوں پر انھیں سمجھاتے، ان کی خاموشی سے اصلاح فرماتے، یہاں کے ہندو وغیرہ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے، وہ اس بات کے خواہاں رہتے کہ آپ ان کو بلائیں، حضرت سے دعا تعویذ کراتے، اور ان کی مجلس میں آتے تو بڑے ادب و احترام کے ساتھ آتے، حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم ہم سے زیادہ حضرت سے عقیدت رکھتے، اسی لیے وہ حضرت کا فیض بھی خوب پاتے تھے۔

اہتمام نماز

حضرت نماز کا بڑا اہتمام فرماتے، خود بھی پڑھتے اور دوسروں کو پڑھنے کی تاکید فرماتے، جہاں جاتے، جس آبادی میں تشریف لے جاتے سب سے پہلے وہاں کی مسجد کا جائزہ لیتے، اور لوگوں کو نماز ہی کی دعوت دیتے، آپ کی تبلیغ سے بہت سارے لوگوں نے

نماز پڑھی، اور بہت سارے لوگوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بھی حضرت نے سکھایا، خود عمل کر کے بتاتے تھے کہ نماز ایسے پڑھو۔

آپ کی نگاہ ولایت

آپ کی شان بہت بلند تھی، پیٹھ پیچھے کی باتیں بھی جان لیتے، اکثر ایسا ہوتا کہ چوراہے پر بیٹھ کر کوئی بات کرتا، اور حضرت کو خبر ہو جاتی، اللہ بہتر جانے کیسے؟ مگر جب وہ لوگ حضرت کے پاس آتے تو حضرت فرماتے تم لوگ فلاں جگہ فلاں فلاں باتیں کر رہے تھے، وہ لوگ حیران رہ جاتے۔

{...}

جناب سراج الحق صاحب

پپراکنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆ممبئی میں حضرت کا جلوہ
☆عمر بھائی کا واقعہ
☆تم مدینہ شریف جاؤ گے
☆ذوق عبادت
☆حضرت کی مقبولیت
☆جب میں حضرت سے مرید ہوا
☆حضرت کی نگاہ ولایت

میں بچپن ہی سے حضرت کو جانتا ہوں، ہم لوگ حضرت کے بارے میں بہت کچھ سنتے تھے، آپ کا شہرہ دور دور تک تھا، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے لوگ حضرت کو جانتے پہچانتے تھے۔

ممبئی میں حضرت کا جلوہ

ایک بار حضرت شیوا.جی نگر ممبئی تشریف لے گئے، محرم کے ایام تھے، حضرت نے وہاں دس دن تقریر فرمائی، تقریر اتنی کامیاب ہوئی کہ لوگ آپ کے دیوانے ہوگئے، ہر جگہ آپ کا چرچا ہونے لگا، آپ کی تقریر میں بہت اثر تھا، علم پر عمل بھی کرتے تھے، اس لیے بہت سارے لوگ مرید ہوگئے، اور زندگی بھر حضرت کے وفادار رہے۔

عمر بھائی کا واقعہ

جب ممبئی میں حضرت کا شہرہ ہوا، تو کرلا کے پاس عمر بھائی تھے، لوگوں کو باہر بھیجنے کا کام کرتے تھے، انھوں نے حضرت کا نام سنا تو اس قدر دیوانے ہوگئے کہ جب میں ممبئی پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے کہ یار ایک مولانا صاحب ہیں، میں نے ان کی تقریر سنی ہے، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، ان سے میری ملاقات کرادو، میں نے حضرت سے ملاقات کرائی تو وہ مرید ہوگئے، اور کہنے لگے کہ حضرت میں آپ کو حج پر بھیجنا چاہتا ہوں، ۱۹۸۳ء میں پہلا حج حضرت کو عمر بھائی نے کرایا تھا، اس وقت حضرت کا جلوہ تھا، یہاں شیوا.جی نگر میں خانقاہ تھی، آپ سے ملنے کے لیے لائن لگانی پڑتی تھی، پوری خانقاہ بھری رہتی تھی۔

جب حضرت حج پر گئے تو شیوا.جی نگر سے لے کر کرلا تک گاڑیوں کی قطار لگی ہوئی تھی، ہر گاڑی پر ہار پھول لگے تھے، اور دیوانوں کا مجمع تھا، بہت پر کیف سماں تھا، ممبئی کے لوگ آپ پر نچھاور ہو رہے تھے، ویسا حج کا قافلہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

تم مدینہ شریف جاؤ گے

میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ ایک دریا ہے اس میں میں تیر رہا ہوں، حضرت سے میں نے اس کی تعبیر پوچھی حضرت نے فرمایا کہ تم نے دریا پار کرلیا تھا؟ میں نے کہا ہاں، حضرت نے فرمایا کہ تم ایک ہفتہ کے اندر مدینہ شریف حاضری دو گے، سرکار علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کروگے، میں بہت خوش ہوا، حضرت کے ارشاد کے مطابق واقعی ایک ہفتے کے اندر میرا ویزہ لگ گیا اور سعودی گیا، وہاں سے مدینہ شریف کی حاضری نصیب ہوئی۔

ذوق عبادت

میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ممبئی میں جب رہتا اکثر خانقاہ میں روک لیتے، بڑی محبت سے کھلاتے پلاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ وہیں سوجاتا، جب رات کو آنکھ کھلتی تو دیکھتا کہ حضرت نماز پڑھ رہے ہیں، یا کوئی وظیفہ کررہے ہیں، میں ڈر کے مارے آنکھ بند کرکے سوجاتا، اس وقت شعور ہی کہاں تھا، غرضے کہ اکثر آپ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے رات گزارتے تھے۔

حضرت کی مقبولیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بے پناہ مقبولیت سے نوازا تھا، خاص طور سے ممبئی میں سیکڑوں لوگ آپ سے مرید تھے، اور پکّے مرید تھے، آپ کے لیے جان حاضر کیے رہتے، شیواجی نگر، کرلا، بیگن واڑی جہاں بھی پروگرام ہوتا، حضرت کو ضرور بلایا جاتا، حضرت تقریر کے لیے تشریف لے جاتے، جب گھر سے ممبئی آتے تو اسٹیشن پر ہجوم لگ جاتا، ہر کسی کی خواہش ہوتی کہ حضرت میری گاڑی میں بیٹھ جائیں، ہار پھول لے کر لوگ آپ کا استقبال کرتے، اور بڑی عقیدت سے خانقاہ میں لاتے۔

جب میں حضرت سے مرید ہوا

۱۹۸۰ء میں حضرت نے مجھے نماز کی دعوت دی، اسی وقت سے میں نے نماز پڑھنی شروع کی، اور آج تک الحمدللہ پابندی سے نماز پڑھتا ہوں، یہ ان کا فیض ہے کہ آج میرا پورا گھرانہ دین دار ہے، ۱۹۸۳ء میں، میں خود حضرت سے مرید ہوگیا، الحمدللہ اس کا بہت فیض ملا مجھ کو، میرے اندر بہت بدلاؤ آیا، گناہوں سے توبہ کر کے نیکی کے راستے پر چل پڑا، آج جو کچھ بھی ہوں سب انھیں کی عنایت ہے۔

حضرت کی نگاہ ولایت

۲۰۰۳ء میں جب حضرت بیمار تھے، ''کسیا''میں ایک ہاسپیٹل میں ایڈمٹ تھے، بظاہر بینائی چلی گئی تھی، مگر آپ کی نگاہ ولایت کے کیا کہنے، ایک دن حضرت اپنے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے، اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ راستہ خالی کردو، ایک بڑے مولانا صاحب آ رہے ہیں، ہم لوگوں نے دیکھا کہ واقعی سیوان کے مفتی منظر صاحب تشریف لا رہے ہیں، آپ آئے اور دونوں گلے مل کر بہت دیر تک کچھ باتیں کرتے رہے، اور جب مفتی منظر صاحب جانے لگے تو انھوں نے کہا تھا کہ پپرا کنک والو! تم لوگ بہت بڑی شخصیت کھو رہے ہو، اس کا تمھیں بعد میں احساس ہوگا، واقعی حضرت کا ارشاد بجا تھا، آج ان کے جانے کے بعد ہمیں حضرت کی کمی کا احساس ہو رہا ہے۔

{...}

اللہ نور السموات والارض

شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی

زیب سجادہ خانقاہ قادریہ ایوبیہ، پپراکنک، کشی نگر

جھلکیاں

☆تعلیم و تربیت

☆شریف القادری لقب کی وجہ

☆ہندوستان واپسی

☆عقد مسنون

☆حضرت صوفی محمد شریف شمسی تیغی علیہ الرحمہ کی آپ سے محبت

☆جامعہ رضویہ شمس العلوم کا قیام

☆تعلیم بالغاں کا اہتمام

☆”جماعت اہل سنت“ تنظیم کا قیام

☆علاقے کے غریبوں کی امداد و اعانت

☆خاندانی معاملات

☆علما کی قدر و اہمیت

☆معمولاتِ زندگی

میں اپنے والد کا سب سے چھوٹا لڑکا ہوں۔ والد کی زندگی میں ان کے قریب رہنے کا موقع میسر نہ ہوا، یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کتنے بڑے عالمِ دین ہیں، یا قائد ہیں، مرشدِ گرامی ہیں اور کشف کے مالک ہیں۔ ان ساری چیزوں سے عدمِ واقفیت کی وجہ ان سے قربت کا نہ ہونا ہے۔

جب ان کی طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی تو میرے تینوں بڑے بھائیوں کو بلا کر یہ نصیحتیں کیں۔

" میری زندگی کا اب کوئی ٹھکانا نہیں ہے، آپ لوگ آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی گزاریے گا، جس میں نماز، روزہ اور شریعت کی پاسداری لازم ہوگی۔"

میں اس محفل سے غیر حاضر تھا، لیکن جب طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی تو آپ زیادہ تر گھر رہنے لگے، تو مریدین، متوسلین اور معتقدین جب گھر پر آنے لگے تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے والد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارف باللہ اور مرشدِ گرامی بھی ہیں۔

اس کے بعد رفتہ رفتہ حضرت کی جانب دل مائل ہونے لگا، محبت اور پیار کا ابرِ کرم برسنے لگا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ ۲۰۰۳ء میں اپنے کچھ احباب مولانا فیض الرحمٰن ایوبی اور مولانا شمس الدین صاحب کے ساتھ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔

تعلیم و تربیت

حضرت کی ابتدائی تعلیم آبائی وطن پپرا کنک میں حافظ رجب علی مرحوم کے زیرِ نگرانی ہوئی۔

ثانوی تعلیم حضرت صوفی محمد شریف تیغی، بانی جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا، سیوان بہار کے زیرِ سایہ انجام پائی۔

حضرت ہی کی نگرانی میں آپ نے مجاہدہ، مراقبہ اور سلوک و ارشاد کے مراحل طے فرمائے۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ تاجدارِ اہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند کے زمانۂ اقدس میں مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف پہنچے، وہاں کے اکابرین کے زیرِ سایہ درسِ نظامی کی منتہی کتابیں پڑھیں اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔

کس مدرسے سے آپ نے سند فراغت حاصل کی؟ اس کے متعلق آپ کی اسناد کو دیکھ کر پتا چلا کہ ۱۳۵۹ء میں جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر پاکستان سے آپ نے فراغت حاصل کی، سندِ فراغت پر درج ذیل اکابرینِ اہلِ سنت کے دستخط درج ہیں۔

۱۔ حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

۳۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی صاحب علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت علامہ مولانا سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ۔

شریف القادری لقب کی وجہ

میں نے حضرت شریف العلما کے بڑے بھائی خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظمِ ہند، عاشقِ رسول حضرت علامہ غلام غوث مصطفوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ والد صاحب علیہ الرحمہ ”شریف القادری“ کیوں لکھتے تھے۔ تو آپ نے بتایا کہ چونکہ حضرت صوفی محمد شریف تیغی علیہ الرحمہ سے فیض یافتہ تھے، اس لیے ان کے نام کو اپنے نام سے جوڑنے لگے۔

ہندوستان واپسی

فراغت کے بعد دو سال تک آپ نے کئی ایک تحریکوں کی بنا ڈالی اور اس کی نمائندگی فرمائی، پھر میرے دادا جان آپ کو ساتھ لے کر ۱۹۷۶ء میں پیرا کنک آ گئے۔

آپ کی آمد سے قبل حضرت حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ نے پیر اکنک کی

سرزمین پر رجواڑ کی سرزمین پر بغیر راجا کی اجازت کے جامع مسجد تعمیر کروادی، جس کی سزا میں راجہ نے آپ کو ۱۲ رسال کے لیے علاقہ بدر کر دیا، ۱۲ رسال مدت مکمل ہونے کے بعد جب آپ کی واپسی ہوئی، تو آپ نے مسجد کو دوبارہ آباد کیا، اور اسی کے صحن میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست فرمایا، کچھ دنوں کے بعد مسجد کے باہر مٹی کی دیوار سے ایک کچا مکان تیار کیا، اور اب اس میں تعلیم ہونے لگی۔

حضرت کی واپسی کے بعد حاجی ابراہیم صاحب نے مسجد کی امامت و خطابت اور قرب وجوار کی قیادت کا کام والد محترم کو سونپنا چاہا، لیکن حضرت نے انکار کر دیا، میری نانی بتاتی ہیں کہ حضرت جہاں جاتے حاجی صاحب علیہ الرحمہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے، اور ان ذمہ داریوں کو قبول کرنے پر اصرار فرماتے، یہاں تک کہ کبھی کبھی رات میں بھی تشریف لے آتے اور ذمہ داریاں قبول کرنے پر زور کرتے لیکن آپ انکار ہی فرماتے، والدہ کہتی ہیں کہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ تمھارے دادا کہتے تھے کہ بابو ایوب یہاں پر مت رہنا، اور نہ ہی امامت و خطابت کی ذمہ داری قبول کرنا، یہاں کے لوگ اچھے نہیں ہیں، لیکن حاجی صاحب ہر طریقے سے ذمہ داری ڈالنے پر بضدر رہے، نانی بتاتی ہیں کہ بہت کہنے اور سننے کے بعد تمھارے والد کو تیار کیا گیا، پھر تمھارے والد نے کہا کہ اگر ہمارے پیر و مرشد آکر کہیں گے تو میں سوچوں گا، اس پر حاجی ابراہیم علیہ الرحمہ نے حضرت کے مرشد گرامی، حضرت حافظ شاہ سید شمس الدین کو رکسہاں غازی پور، سے بلوایا اور ان کی موجودگی میں جمعہ کے دن مسجد کے منبر سے یہ اعلان کیا کہ آج کے بعد مسجد کی امامت و خطابت اور علاقہ کی قیادت، مولانا بابو ایوب کے ذمہ کر رہا ہوں، کیا آپ لوگ ساتھ دیں گے؟ لوگوں نے متفقہ طور پر ہاتھوں کو دراز کر کے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا، اور امداد و اعانت کی قسمیں کھائیں۔

عقدِ مسنون

ہندوستان واپسی کے کچھ مہینوں کے بعد چچازاد بہن کے ساتھ آپ کا عقدِ مسنون ہوا۔

عقدِ نکاح کے کچھ مہینوں کے بعد آپ واپس پاکستان چلے گئے، پھر میری بڑی بہن کی پیدائش ہوئی، اور میرے والدِ محترم کا گھر سے رابطہ بالکلیہ ختم ہو گیا۔

میری نانی اور میری والدہ کافی پریشان ہوگئیں، اطراف و جوانب کے لوگ طعنہ زنی کرنے لگے کہ اب وہ نہیں آئیں گے، اس پر میری نانی جان حاجی ابراہیم علیہ الرحمہ کے پاس جاتیں اور کہتیں کہ اب میری بیٹی کا کیا ہوگا، ان کی ایک لڑکی بھی ہے، تو حاجی صاحب فرماتے کہ گھبراؤ مت، بہت جلد چاند نکلے گا، صبر کرو۔

نانی فرماتی ہیں کہ اس کے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد کسی کی معرفت سے یہ خط موصول ہوا جس سے یہ معلوم ہوا کہ جلد ہی ان کی آمد ہونے والی ہے۔

۱۹۷۸ء میں آپ دوبارہ ہندوستان تشریف لائے، گھر میں خوشیاں بکھر گئیں۔

حضرت صوفی محمد شریف شمسی تیغی علیہ الرحمہ کی آپ سے محبت

میرے دادا جناب محبوب علی براہیمی مرحوم مریدِ خاص حضرت مفسرِ اعظم ہند فرماتے ہیں:

"حضرت صوفی محمد شریف شمسی تیغی علیہ الرحمہ بابو ایوب کو اپنے یہاں رکھنے کے لیے اور اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیے ۲۱ / بیگہ زمین دینے کے لیے تیار تھے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں ان کو لے کر بنگلہ دیش کے شہر ڈھاکہ چلا گیا، پھر کسی نے بتایا کہ حضرت یہاں بھی بابو ایوب کو لینے کے لیے آئے ہیں، لہٰذا ان سے ملاقات سے قبل میں نے بابو ایوب کو پاکستان بھیج دیا، لیکن حضرت نے ہمارے پیچھے ہفتوں گزار دیا اور برابر یہی کہتے رہے کہ بابو ایوب کو مجھے دیدو۔ ان کے بے پناہ اصرار پر میں مغربی پاکستان کے لیے نکل پڑا، اور بارڈر پر دونوں حضرات گرفتار کر لیے گئے، تین دن جیل میں گزارنے کے بعد افسران نے پوچھا کہ کون ادھر جائے گا اور کون ادھر جائے گا؟ تو حضرت صوفی محمد شریف شمسی تیغی علیہ الرحمہ نے ملال میں کہا کہ میں اپنے وطن جاؤں گا، اور وہ اپنے آبائی وطن واپس آگئے، جب کہ میں واپس کراچی چلا گیا۔

جامعہ رضویہ شمس العلوم کا قیام

ذمہ داری قبول کرنے کے کچھ ہی دنوں کے بعد اپنے پیرو مرشد حضرت حافظ سید شمس الدین غازی پوری علیہ الرحمہ کی موجودگی میں آپ نے اپنے مرشد گرامی کے نام سے جامعہ رضویہ شمس العلوم کی بنیاد رکھی، قیام کے بعد ہی سے آپ نے اپنی پوری توجہ جامعہ کی تعمیر و ترقی کی جانب مبذول فرمائی، مدرسے کے نام سے زمین خریدنا، قبرستان کے لیے آراضی فراہم کرنے اور عید گاہ کے نام سے زمین الاٹ کرنے میں لگ گئے۔

۱۹۸۴ء کی چک بندی کے وقت گھر گھر جا کر آپ نے کسی سے ایک ڈھسمل، کسی سے دو اور کسی سے پانچ، اس کی وسعت کے مطابق مانگنا شروع کیا، پورے علاقے کے لوگوں نے تعاون کیا، اور مختلف مقامات پر تقریباً چار ایکڑ زمین مدرسے کے نام سے رجسٹرڈ ہو گئی۔

اپنے ہی دور میں حفظ و قرات کے ساتھ ساتھ درس نظامیہ میں، سادسہ تک کی تعلیم کا آپ نے بندوبست کر دیا تھا، ۱۹۹۸ء میں شمس العلوم نسواں کے لیے بھی آپ نے زمین حاصل کر لی، لیکن حالات کی ناموافقت کے باعث تعمیری کام شروع نہ ہو سکا، آزاد جونیئر ہائی اسکول کے آپ ناظم اعلیٰ بھی تھے اور اپنے دور نظامت میں حکومتِ اتر پردیش سے اس کی منظوری حاصل کی۔

حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور جناب محمد حسین قدوائی بہت سارے کانگریسی لیڈروں کے ہمراہ ووٹ کے لیے آپ کی بارگاہ میں آئے، آپ نے فرمایا: اگر آپ لوگ میرے اسکول کو چوبیس گھنٹے کے اندر حکومتِ اتر پردیش سے منظوری دلا دیں تو ہم آپ کو ووٹ دیں گے، ۴۸ر گھنٹے کے اندر اندر منظوری نامہ آپ کے حوالے کر دیا گیا، تو آپ نے فرمایا، ۲۴ر گھنٹہ لیٹ ہو گیا ہے، اس لیے ووٹ دینے کے لیے سوچیں گے۔

تعلیم بالغاں کا اہتمام

روزانہ بعد نماز مغرب تعلیم بالغاں کے نام سے کلاس کا اہتمام فرماتے، جس میں زیادہ عمر

کے لوگ حصہ لیتے، اس میں حضرت خود درس دیتے، مسائل شرعیہ اور عربی کی تعلیم کو کافی اہمیت دی جاتی، یہ سلسلہ کافی کارآمد رہا، آج بھی لوگ اس کو یاد کرتے ہیں اور سراہتے ہیں۔

”جماعت اہل سنت“ تنظیم کا قیام

۹۴۔۱۹۹۳ء میں دیوبندیوں وہابیوں اور غیر مقلدوں کا دیوریا، کشی نگر، پڈرونہ اور مغربی چمپارن کا دورہ شروع ہوا جس سے عوام اہلِ سنت گمراہی کے دہانے پر پہنچنے لگے، اس کی سرکوبی کے لیے آپ نے ”جماعتِ اہل سنت“ کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی، اسی کے بینر تلے علما کو اکٹھا کیا، انھیں ساتھ لے کر پورے علاقے کا دورہ کیا، اور وسعت بھر ان فتنوں کا رد فرمایا۔

۱۹۹۴ء میں ہاٹا کشی نگر میں دیوبندیوں کے عالمی اجتماع کا اعلان ہوا، جو صرف حضرت کی تحریک و محنت کی وجہ سے ناکام ہوا۔

اسی زمانے میں ضلع دیوریا میں علمی خاص کے پاس اجتماع کا اعلان ہوا، اس کی انتظامیہ کے لوگوں نے گاؤں گاؤں جاکر لوگوں کو بیدار کرنا شروع کر دیا، جب حضرت کو اس کی خبر ملی تو آپ نے تحریر و تقریر سے اس کا ردِ بلیغ کرنا شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجتماع ناکام ہوا اور بدمذہب میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

اسی طرح مغربی چمپارن بہار کے ایک گاؤں پیرہیاں اور اس کے قرب وجوار میں وہابیت نے اپنے قدم جمانا شروع کر دیا، لوگوں کے عقائد و نظریات کو مسموم کرنے کی کوشش ہونے لگی، وہاں کے ایک مولوی صاحب نے حضرت کی بارگاہ میں حاضری دی اور حالات سے آگاہ کیا، صورتِ حال سے آگاہ ہونے کے بعد آپ نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے دفاع کے لیے کمرِ ہمت کس لی اور ہفتوں تک اس علاقے میں رہ کر بدمذہبوں کا رد فرمایا۔ ۶/۶ گھنٹے تقریریں کیں اور لوگوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت میں کلیدی کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے وہ علاقہ آج بھی بدمذہبوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہے۔

علاقے کے غریبوں کی امداد واعانت

حضرت کی آمد سے قبل علاقے میں کافی غریبی تھی ، رات رات بھر لوگ جاگ کر تاش اور ناچ باجے میں مصروف رہا کرتے ،رات میں حضرت معاینہ کرنے نکلتے ،تو لوگوں کو دیکھ کر چپ چاپ چلے جاتے ، اور صبح تنہائی میں بلا کر ان کو سمجھاتے اور حتی الامکان ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ، کام سیکھنے کی ترغیب دیتے ، اور اپنی جیبِ خاص سے ان کی مالی امداد کرتے ، اور آمدنی کے ذرائع کو مزید وسیع کرنے کی غرض سے پاسپورٹ بنوا کر باہر بھیج دیتے۔

اس کے لیے آپ نے ''پیرا ہاؤس'' کے نام سے ایک مکان مختص کر دیا تھا،پیرا کنک اور اطراف وجوانب کے لوگ وہاں جاکر رہتے اور ۵۰ / روپیے کا قلیل کرایہ دے کر مزدوری اور دیگر وسائل کا انتظام وانصرام کرتے اور اس کے لیے آپ نے اپنی آمدنی کا ایک حصہ مقرر کر رکھا تھا۔

پیرا کنک میں شاید کوئی ایسا گھر ہو،جس کی ترقی میں حضرت کا کلیدی کردار نہ رہا ہو۔

والد صاحب کبھی کبھی فرماتے تھے کہ میرا علم اور میری صلاحیت جامعہ رضویہ شمس العلوم کے انتظام میں دب گئی، پاکستان میں اپنے وقت کے جید علما مجھ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

میری والدہ فرماتی ہیں: '' میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ تمھارے والد کی کبھی کوئی نماز جاگتے ہوئے قضا ہوئی ہو۔

مزید کہتی ہیں: ایک روز ایسا ہوا کہ فجر کے وقت ان کی آنکھ لگ گئی، جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ فجر کا وقت ختم ہو گیا ہے،اس پر مجھ سے بار بار کہنے لگے کہ دیکھو! میرا چہرہ بدل گیا ہے، پھر رونے لگے ،اور بار بار یہ کہتے کہ افسوس آج میری نماز قضا ہو گئی۔

میری نانی کہتی ہیں: میں نے بچپن سے تمھارے والد کو دیکھا کہ وہ شروع ہی سے نماز کے پابند تھے، میں نے دیکھا کہ انھیں بار بار استنجا کی حاجت ہوتی، پھر بھی وہ وضو کر کے

نماز پڑھتے۔

میرے والد فرماتے تھے کہ جب میں نے اپنے مرشد سے بیعت کی تھی، تو میں ایک مدرسے کا طالبِ علم تھا، مرشد سے جتنی عقیدت چاہیے تھی نہ تھی، لیکن جب میں حج کو گیا اور روضۂ پاک پر میری حاضری ہوئی، تو میں رونے لگا، اور مجھے یہ خیال نہیں کہ میری آنکھیں کھلی ہیں یا بند۔ میں نے دیکھا کہ جالی مبارک سامنے سے کھل گئی ہے، اور میرے مرشد ظاہر ہوئے اور انھوں نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر سرکار کے دستِ اقدس میں دے دیا، اور کہا کہ میں بارگاہ میں یہی تحفہ لے کر آیا ہوں۔

میری والدہ فرماتی ہیں: رمضان المقدس کا مہینہ تھا، تمھارے والد کمرے میں تھے اور مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لے کر گئی تو مجھ سے فرمانے لگے جلدی جا، یہاں سے خوشبو آرہی ہے، میں باہر آگئی، اور انھوں نے اندر سے دروازہ بند کرلیا، انھوں نے سحری کے وقت کھولا، جب میں نے اس بابت دریافت کیا کہ کیا بات تھی، انھوں نے کہا کہ ابھی حضرت علی، حضرت غوثِ اعظم اور سرکار ﷺ تشریف لائے تھے، اور حضرت علی نے مجھے قرآن پڑھایا اور چلے گئے۔

میری والدہ فرماتی ہیں: تمھارے والد کے انتقال کے چار دن قبل سے میں خواب میں دیکھتی تھی کہ دو خوب صورت آدمی، سفید کپڑے پہنے اور ہاتھ میں کاغذ قلم لے کر میرے پاس آئے، اور انھوں نے کہا کہ اس کاغذ پر دستخط کرو، میں نے انکار کردیا تو وہ مایوس ہوکر چلے گئے، دوسرے دن پھر وہی لوگ آئے اور انھوں نے دستخط کے لیے کہا، لیکن میں نے پھر انکار کردیا، وہ مایوس ہوکر خاموشی سے واپس ہوگئے، تیسرے دن پھر آئے اور مایوس ہوکر چلے گئے، پھر مجھے محسوس ہوا کہ مجھے دستخط کردینا چاہیے تھا، چوتھے دن میں نے دستخط کردیا، تو اسی دن ۱۲؍ بجے دن میں تمھارے والد کا انتقال ہوگیا۔

میرے والد جب وضو فرماتے تھے تو ان کے ماموں جان مولوی شوکت علی مرحوم فرماتے تھے میں نے اپنی زندگی میں اس طرح کسی کو وضو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس طرح میں

نے صرف دو لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔

(۱) حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ۔

(۲) حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ۔

مولانا محمد ایوب شریف القادری کا وضو کافی منفرد تھا، یہ بات علاقے میں کافی مشہور و معروف ہے۔

خاندانی معاملات:

زمینی بٹوارے میں جیساکہ عموماً ہوتا ہے کہ آپس میں نزاعی صورتِ حال پیدا ہوجاتی ہے، یہاں بھی کچھ ایسے حالات بن گئے تھے، کسی بھی وقت نزاعی صورتِ حال پیدا ہوسکتی تھی، لیکن حضرت نے اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کی بدولت بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ بٹوارے کے عمل کو پورا کیا اور ایک ایک ماپ پر ہر فریق کو اس کا حصہ عطا کر دیا۔

علما کی قدر و اہمیت

جب میں جامعہ حنفیہ رحمت گنج گاندھی نگر بستی کا طالبِ علم تھا، اس وقت وہاں کے صدرالمدرسین علامہ نعمان احمد خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تھے، اس وقت انھوں نے مجھ سے بتایا:

” ایک بار جامعہ رضویہ شمس العلوم میں دستار بندی کے موقع پر حاضر ہوا، کھانا وغیرہ سے فراغت کے بعد سفر کی تکان کے باعث کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے ہم لیٹ گئے، اور اس وقت ہماری آنکھ کھلی جب جلسہ ختم ہوچکا تھا، اس پر مجھے سخت شرمندگی محسوس ہوئی اور میں نے اپنے شاگرد مولانا خوش محمد کو جو اس وقت وہاں کے مدرس تھے، بلاکر دریافت کیا کہ آپ نے ہمیں بیدار کیوں نہیں کیا، انھوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب نے منع فرمادیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر آپ سوئے ہیں تو انھیں بیدار نہ کیا جائے۔“

کسی عالمِ دین کی خواہ وہ کسی دیہات کا مولوی کیوں نہ ہو اس کی شکایت سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

میرے بڑے بھائی مولانا کونین رضا ایوبی صاحب کہتے ہیں۔

" مولانا ذاکر صاحب، استاذ جامعہ رضویہ شمس العلوم معمارِ قوم وملت حضرت مولانا محمد کوثر خان نعیمی صاحب کو والد محترم سے ملوانے کی غرض سے لے کر آئے، جب آپ تشریف لائے اس وقت والد صاحب قبلہ وضو فرما رہے تھے۔ وضو کے طریقے کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو بہت بڑے عالمِ دین ہیں، اور جب بعد نمازِ عصر ملاقات کے لیے بیٹھے تو حضرت کے علمی جاہ وجلال کی وجہ سے زیادہ بات نہ کر سکے۔"

جناب عمر فاروق بھائی کہتے ہیں: " ایک بار علامہ ارشد القادری صاحب، نوریہ بقائیہ کے سالانہ جلسے میں شرکت کی غرض سے ممبئی تشریف لائے، ہم لوگ انھیں خانقاہ لے کر آئے، حضرت نے فرمایا کہ یہ تو کسی کا گھر نہیں لگتا، لوگوں نے بتایا کہ یہ خانقاہ ہے، جس کے روحِ رواں حضرت علامہ مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب ہیں، یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ وہ دیوریا والے ایوب بابو سے آپ لوگ وابستہ ہیں وہ تو بہت بڑے عالمِ دین ہیں، پھر انھوں نے حضرت کی خوب تعریف کی اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔"

میری والدہ کہتی ہیں: " انتقال سے ایک مہینہ قبل تمھارے والد کہنے لگے کہ میرے سینہ پر دیکھ اپنے زمانے کے بڑے بڑے علما نماز پڑھ رہے ہیں، یہ جملہ آپ بار بار دہراتے۔ والد صاحب نے اسی وقت فرمادیا تھا کہ میرے عرس میں اپنے زمانے کے بڑے بڑے علما شامل ہوں گے۔"

عمر فاروق بھائی کہتے ہیں: " جب علامہ شاہ احمد نورانی کے وصال کی خبر ریڈیو کے توسط سے ہمیں موصول ہوئی، تو ہم نے حضرت کو اس کی اطلاع دی، ان کے وصال کی خبر سن کر حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگے، اور بار بار یہی کہتے کہ: ہائے علامہ صاحب چلے گئے۔ کافی دیر کے بعد آپ کے اوسان بحال ہوئے۔"

حضرت مفتی محمد قاسم براہیمی فرماتے ہیں: "ہمیں ایک پروگرام کرنا تھا، مقرر کی تلاش میں تھے کہ کلکتہ کے کسی آدمی نے بتایا کہ ضلع دیوریا میں سلسلۂ تیغیہ کے ایک عالمِ دین ہیں، انھیں مدعو کرلیا جائے، میں نے ان سے رابطہ کیا اور پروگرام میں انھیں مدعو کرلیا، حضرت کی تقریر اس وقت شروع ہوئی جب مجمع آدھے سے زیادہ منتشر ہوچکا تھا، لیکن جب حضرت کی تقریر شروع ہوئی تو لوگ گھر سے اٹھ اٹھ کر آنے لگے، اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جلسہ ابھی شروع ہوا ہے، تقریر سن کر لوگ عش عش کرنے لگے، اس کے بعد مہینوں وہاں پر حضرت کا پروگرام چلتا رہا۔"

اسی موقع پر ہم نے آدھا آدھا چھوہارا کھا کر دوستی کرلی جو ان کی حیات تک جاری رہی۔

معمولاتِ زندگی

فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل مدرسے سے گھر آتے، غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر دوبارہ مدرسہ تشریف لے جاتے، اساتذہ و طلبہ کو بیدار کرتے، اور نمازِ فجر کی امامت اور سلام خود ہی پڑھاتے، صلاۃ وسلام کے بعد ایک گھنٹہ اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، اس کے بعد ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دوپہر تک تعلیم و تربیت میں لگے رہتے، بعد نمازِ ظہر کھانا کھا کر ایک گھنٹہ آرام فرماتے، پھر ملاقاتیوں کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوتا، جو رات تک جاری رہتا۔"

پپراکنک کے باسی رامائن شرما کہتے ہیں: "ہمارے ایک پڑوسی تھے جو اسلام سے تعلق رکھتے تھے یعنی کہ مسلمان تھے، زمینی تنازعہ کے سبب ہمارے اور ان کے مابین کافی رنجش رہتی تھی، بہت ساری پنچایتیں ہوئیں لیکن کامیابی نہ مل سکی اور اختلاف ختم نہ ہوسکا۔ میرے بابا مولانا صاحب کے پاس آئے اور حقیقتِ حال سے واقف کرایا، حضرت نے اس مسلم فریق کو بلا کر خوب سرزنش کی، اسے خوب سمجھایا، جس کی وجہ ہمارے درمیان اختلاف کا خاتمہ ہوا، اور ہم آج تک جھگڑے اور فتنے سے محفوظ ہیں۔"

بڑے بھائی مولانا کونین رضا ایوبی کہتے ہیں:

" بیماری کی حالت میں ہم ممبئی خانقاہ پر تھے، ناگاہ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ اتنا بیمار رہتے ہیں، حالانکہ آپ نے اپنی زندگی میں کافی نیکیاں کی ہیں، اچھے اعمال کیے ہیں، پھر ایسا کیوں ؟ اس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور غصے میں آکر مجھے خوب مارا، اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر آخرت میں عطا کرے گا اور اس کے طفیل تم لوگ دنیا میں پوری زندگی خوش حال رہو گے۔

{...}

کراماتِ شریف القادری رحمۃ اللہ علیہ

رضانگر، پپراکنک، کشی نگر

از

حضرت صوفی مولوی محمد شبیر احمد صاحب قادری ایوبی

گونڈوی، یوپی۔

کرامت(۱)

میں مرید ہونے سے قبل حضرت کا نام سن کر ممبئی خانقاہ میں پہونچا، تو حضرت سے سلام کلام کے بعد حضرت نے بیٹھنے کے لیے فرمایا، اور فرمایاکہ تم بیٹھومیں تھوڑی دیرآرام کرتاہوں،اور حضرت نےاوپر سے چادرڈال لی اب میں تنہا بیٹھارہا۔میں نے اپنے دل میں درود شریف پڑھناشروع کیا، حضرت نے چادر کے اندر سے فرمایاتمھارانام کیا ہے؟میں نے اپنانام بتایا۔پھر حضرت نے فرمایاجب کسی بزرگ کے پاس بیٹھوتوبغیراجازت درود نہ پڑھو۔تومیں نے سوچاکہ میں اپنے دل میں درود پڑھ رہاہوں حضرت دل کی بات بتارہے ہیں،یہ تواللہ کے ولی ہیں،توپیر صاحب نے فرمایاکہیں چھوٹے قد کاآدمی اور کالاانسان اللہ کاولی ہوسکتاہے، میں سمجھ گیاکہ یہ اللہ کے ولی ہیں،اور میں مرید ہوگیا۔

کرامت(۲)

ایک مرتبہ ہم،غلام مصطفی بھائی اور سرکار خانقاہ میں بیٹھے تھے،اسی اثنامیں فاروق بھائی دوڑتے ہوئے خانقاہ آئے اور سرکار سے کہاکہ سرکار!میونسپلٹی کی طرف سے افسران جے۔سی۔بی۔لیکرہم لوگوں کی دوکان توڑنے کے لیے آئے ہیں،سبھی کی دوکان ٹوٹ گئی ہے اب دو دوکان کے بعد ہمارانمبر آجائے گا،سرکار نگاہِ کرم فرمائیے کہ دوکان نہ ٹوٹے،یہ سن کر سرکار مسند سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور غلام مصطفی سے کہاکہ مصطفی جاؤاور فاروق کی دوکان ٹوٹنے سے بچاؤ۔مصطفی جاتے ہیں اور جیسے ہی پہنچتے ہیں کہ جے۔سی۔بی۔دوکان کے سامنے دھنس گیا، تین چاردن تک نہیں نکلا۔بعدمیں نکلااور دوکان ٹوٹنے سے محفوظ رہی۔

یہ میرے مرشد کی کرامت ہے کہ آج تک دوکان محفوظ ہے،اور اسی دوکان سے وہ کھاتے پیتے ہیں،یہ دوکان رفیق نگرمیں ہے۔

رفیق نگرمیں میرے پیر کاقدم پڑگیاتواس سرزمین کواللہ نے بلند کردیا۔

کرامت (۳)

ایک مرتبہ مرشدِ کامل نے فرمایا کہ شبیر! ہمارے یہاں پپراکنک آؤ، میں نے کہا: سرکار! ہم کو راستہ معلوم نہیں ہے، میں کیسے آؤں؟ سرکار نے پپراکنک جانے کا راستہ بتایا، تو میں اسی راستہ سے مدرسہ پہونچا، پہونچنے میں رات ہوگئی، جب میں مدرسہ پہونچا تو کیا دیکھ رہا ہوں کہ سرکار چہل قدمی کر رہے ہیں، میں نے سلام کیا، سلام کلام کے بعد حضرت نے کھانے کا انتظام فرمایا، ساتھ میں کھانا کھایا، خیر خیریت ہوئی، پھر سرکار نے مجھ سے فرمایا کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ کا دیدار ہوجائے، تاکہ دل کو سکون مل جائے، سرکار نے فرمایا کہ ملاقات ہوگئی، میں نے کہا: ہاں ملاقات ہوگئی، تو پیر صاحب نے کہا: پھر اپنے گھر جاؤ۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بج رہے تھے، ماگھ کا مہینہ تھا، ٹھنڈک سے حالت خراب تھی، سرکار نے کہا: جاتے ہو کہ نہیں کہ ہاتھ پکڑ کر بھگانا پڑے گا۔ میں نے جھولا اٹھایا اور چل دیا، فاضل نگر کے راستے میں، میں کہنے لگا کہ میں بے کار میں مرید ہوا، راتوں رات بھگا دیتے ہیں، اسی اثنا میں حضرت نے حفیظ اللہ کو بھیجا کہ شبیر کو بلا لاؤ، میں دوبارہ مدرسہ پہونچا، مدرسے کی دوسری منزل پر مجھے سونے کے لیے کہا۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ پورا مدرسہ ہلنے لگا ایسا لگا کہ زلزلہ آگیا، میں نے کہا سرکار بچاؤ، سرکار دروازہ کھول کر اندر آئے اور مجھے گلے لگالیا، تو دل کو بڑا سکون ملا۔

کرامت (۴)

ایک مرتبہ میں نے سوچا کہ جیب میں خرچ نہیں ہے، دل میں سوچا کہ چل کر پیر صاحب کو نعت سناؤں گا، حضرت خوش ہوں گے، تو روپیہ دیں گے اور جیب خرچ کا انتظام ہوجائے گا۔ خانقاہ پہنچا، سرکار نے فرمایا: میں نعت و غزل نہیں سنوں گا، اور مسکرا کر گویا ہوئے کہ میرا سننے کا موڈ نہیں ہے، اور حضرت نے مجھے دو سو روپے دیا، جس سے میرا کام بن گیا۔

کرامت (۵)

ایک مرتبہ خانقاہ قادریہ میں حلقہ ذکر ہوا، اس کے بعد سارے پیر بھائی بیٹھے ہوئے تھے،

سرکار نے ایک ایک بھائی سے دریافت کیا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ سب نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، بعد میں مجھسے پوچھا گیا، میں نے کہا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے۔ اس پر حضرت نے کہا کہ اپنی ہتھیلی پر دیکھو، میں کیا دیکھتا ہوں کہ داہنی ہتھیلی پر گنبدِ خضرا اور بائیں ہتھیلی پر کعبہ شریف ہے۔ یہ سن کر سارے بھائیوں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد کی کرامت ہے۔

کرامت (۶)

۱۹۹۵ء میں حضرت حج کے لیے جانے والے تھے، میں نے سوچ رکھا تھا کہ آپ حج کرنے کے لیے نکلیں تو میں سامان لوں گا اور گونڈہ نکل جاؤں گا، یہ میرے دل کی بات تھی میں نے کہیں اس کا اظہار بھی نہیں کیا تھا کہ پیر صاحب نے بلا کر فرمایا کہ سوچتے ہو کہ پیر صاحب روانہ ہوں تو اسی بھیڑ میں بھاگ نکلوں، تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے، پتنگ اوپر اڑتی ہے اور ڈور ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

کرامت (۷)

پیر صاحب سے ہم نے کہا کہ سرکار! کاش ایسا وقت آتا کہ ہم آپ کے ساتھ حج کرنے چلتے، میرا نصیب کہاں کہ میں چلوں، سرکار نے کہا: میں جانے لگوں گا تو میں بتاؤں گا، آخر کار جب پیر صاحب جانے لگے تو جاتے وقت مجھ سے فرمایا: کہ دس دن میں ایک لاکھ پچیس ہزار درود شریف پڑھ لینا اور فلاں تاریخ کو ایصال ثواب کر دینا، میں نے حکم کی تعمیل کی اور ایصال ثواب کر دیا، سوتے وقت میں خواب دیکھتا ہوں کہ پیر صاحب گنبدِ خضرا کے سامنے کھڑے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اور میں آمین کہہ رہا تھا۔ جب پیر صاحب واپس تشریف لائے اور محفلِ سماع ہوئی، اس میں میں نے نعتِ پاک سنائی اور مقطع اس طرح کہا کہ

شبیر ترا مرشد طیبہ کو چلا جاتا
اور آنکھوں سے لگا لیتا روضے کی جو جالی ہے

یہ شعر سن کر حضرت نے تنہائی میں کہا کہ لوگ پیسہ خرچ کر کے مدینہ جاتے ہیں اور تو

بغیر پیسہ کے پہنچ گیا، اس پر مجھے تعجب ہوا کہ آپ میرے خواب کی بات کیسے جان گئے۔

کرامت (۸)

ایک دن میں اور پیر صاحب خانقاہ میں سوئے ہوئے تھے، میں نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ مجھے قرآنِ پاک پڑھا رہے ہیں، اور آیت یہ تھی: ” قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ “بعد میں سرکار نے مجھ سے پوچھا کہ کچھ دیکھا ہے؟ میں نے اپنا خواب بیان کیا، اس پر سرکار نے فرمایا کہ تم میرے مدرسے میں پڑھو گے؟ میں نے کہا: میرے بچوں کا خرچہ کہاں سے آئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ میں سب انتظام کرادوں گا۔ مدرسے میں اساتذہ کا انتظام ہے، سرکار ہمیں خود پڑھاتے اور اپنے ہاتھوں سے میری دستار بندی فرمائی۔

میں گھر چلا آیا، یہ انھیں کا احسان ہے کہ آج میں لوگوں میں پہچانا جاتا ہوں۔

کرامت (۹)

ایک مرتبہ پیر صاحب نے گھر واپس آنے کے لیے میرا اور اپنا ریزرویشن ٹکٹ کروایا اور مجھ سے فرمایا کہ غلام مصطفیٰ کو خط لکھ کر بتادو کہ فلاں تاریخ کو گونڈہ میں ملاقات کرلیں گے، میں نے خط لکھ کر اطلاع دے دی، رات کو گیارہ بجے جب ہم لکھنؤ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ شبیر! غلام مصطفیٰ پلیٹ فارم نمبر: ۲ پر کھڑا ہے اور ٹھنڈک سے کانپ رہا ہے، دھاری دار کوٹ پہنے ہوئے ہے، میں نے کہا کہ سرکار میں تو نہیں دیکھ رہا ہوں، جب گونڈہ پہنچا تو اب دیکھا کہ غلام مصطفیٰ بھائی پلیٹ فارم نمبر: ۲ پر کھڑے ہیں، گونڈہ اسٹیشن پر میں اتر کر گھر چلا گیا اور سرکار گورکھپور چلے گئے۔

کرامت (۱۰)

میں نیا نیا مرید ہوا تھا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے پیر صاحب بہت پہنچ والے ہیں، ایک دن اتفاق سے رات میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ حضرت کو

معلوم ہو جائے گا، دن کے وقت میں اور اعجاز بھائی سرکار کے پاس ملاقات کرنے کے لیے گئے، ہم لوگوں نے سلام کیا جواب دینے کے بعد سرکار نے پوچھا کہ آج رات میں تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ ہم حیرت میں پڑ گئے کہ یا اللہ! سرکار کو کیسے معلوم ہو گیا۔ ہم نے کہا کہ سرکار! کچھ نہیں، نماز پڑھی، خمسہ عام اور ذکر و وظیفہ میں مشغول تھے، لیکن سرکار بار بار کہتے رہے کہ رات میں کیا کیا؟ اور فرمایا کہ وہ پیر نہیں جو مرید کی خبر نہ رکھے، تم لوگ گناہ کر کے پیر کے سر ڈال دیتے ہو، اور پیر پریشان ہوتے ہیں۔

اس پر ہم لوگوں نے توبہ کی اور اسی کے بعد سے ہم پر دہشت طاری ہو گئی اب ہم کوئی گناہ کریں گے تو حضرت کو معلوم ہو جائے گا، اور ہم حتی الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے لگے۔

کرامت (۱۱)

ایک مرتبہ میں گونڈہ سے پیر اکنک مدرسہ میں مغرب کے وقت پہونچا، مغرب کی نماز کے بعد حضرت نے ہوٹل سے چائے منگا کر پلائی، کچھ دیر کے بعد نمازِ عشا کا وقت آگیا، نمازِ عشا سے فراغت کے بعد ہم کو کھانا کھلوایا، اور جس بستر پر آپ لیٹتے تھے اسی پر مجھے لٹایا، اور مجھ سے فرمایا کہ میں بودا ٹولہ میلاد میں جا رہا ہوں، تم تھکے ہو اور اندر سے بند کر لو کیوں کہ اس کمرے میں مدرسے کے ضروری کاغذات اور کچھ رقم بھی ہے، میں دروازہ بند کر کے سو گیا، صبح فجر کی اذان ہوئی، میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کوئی حضرت کمرے میں گھوم رہے ہیں، میں نے کہا: کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ہوں۔ پھر کہا: اذان ہو گئی ہے، نماز کی تیاری کرو۔ میں نے کہا کہ میں نے تو دروازہ بند کر دیا تھا، دروازہ کیسے کھل گیا؟ سرکار نے کہا کہ تم نے تو دروازہ کھول رکھا تھا، اس پر میں نے کہا کہ آگے کچھ کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

کرامت (۱۲)

۱۹۹۷ء میں جب میں مدرسہ شمس العلوم رضا نگر پیر اکنک میں پڑھ رہا تھا اسی دوران

ممبئی سے عبد السلام بھائی اور شیخ عبد اللہ صاحب ٹھنڈک کے مہینے میں مدرسے میں حضرت سے ملاقات کی غرض سے آئے، پیر صاحب نے مجھ سے فرمایا: شبیر! ان دونوں بھائیوں کو نل پر لے جاؤ اور نہلاؤ، بھائیوں نے نہایا اور کپڑوں کو دھل کر دھوپ سے سکھانے کے لیے ڈال دیا، ابھی ہم دھوپ ہی میں کھڑے تھے کہ ناگاہ ایک چوہا کہیں سے آنکلا، دو کتے جو وہیں پر بیٹھے تھے چوہے کو دیکھ کر اس پر دوڑ پڑے، چوہا اچھل اچھل کر کتوں کے کان کاٹتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتے، آخر کار کتوں نے راہِ فرار اختیار کرنا ہی غنیمت سمجھا اور وہاں سے بھاگ نکلے۔ ہم لوگ زور زور سے ہنسنے لگے اس پر حضرت نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی، ہم لوگوں نے ساری باتیں بیان کیں اور تعجب سے کہا کہ ایک معمولی سے چوہے نے دو کتوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، اس پر حضرت نے کہا کہ یہ خانقاہی چوہا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجا تیرا شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

آخری بات

ہمارے پیر و مرشد کا فیضان ان شاء اللہ الرحمٰن قیامت تک جاری و ساری رہے گا، جو مرید جہاں بھی ہے خوش حال ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل پیرا ہے، آنکھ والے دیکھ لیں کہ حافظ و قاری الحاج الشاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی صاحب شہزادۂ شریف القادری نے کم عمری میں ایسا کام کیا کہ کوئی گمان نہیں کر سکتا، ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرونِ ممالک میں بھی سلسلے اور خانقاہ کا نام روشن کیا، ممبئی عظمیٰ کی سرزمین پر امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار اور کانفرنس ہوئی، پیرا کنک میں نسواں ادارے کا قیام ہوا، یہ حضرت کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت شریف العلما علیہ الرحمہ کے خلفا جہاں بھی ہیں شریعتِ مطہرہ کی روشنی لٹا رہے ہیں، جو جہاں ہیں، وہیں مست ہیں، الحاج الشاہ شین الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موتی پور دیوریا میں مقیم آرام فرما ہیں، عالی جناب محمد عاشق خان قادری ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ریوا ایم پی میں تشریف فرما ہیں اور عالی جناب محمد عثمان غنی ممبئی میں موجود ہیں، جو ذرہ جہاں ہے وہیں آفتاب ہے، اللہ کریم سبھی کی مغفرت فرمائے۔

کراماتِ شریف القادری رحمۃ اللہ علیہ

رضانگر، پیپراکنک، کشی نگر

از

صوفی محمد نورالدین صاحب قادری ایوبی

موتی پور دیوریا، یوپی

کرامت (۱)

۱۹۸۹ء میں ہمارے موتی پور کے جناب سیٹھ ابن ولی محمد صاحب کلکتہ میں ڈاگ لیڈر بورڈ میں کام کرتے تھے، ان کے گھر خبر آئی کہ وہ ایک ہفتے سے غائب ہیں،، کچھ بدمعاشوں نے انھیں مار کر پھینک دیا تھا، گھر والے یہ خبر سن کر حیران و پریشان تھے اور رو رہے تھے، اچانک میں ان کے گھر پہنچا اور انھیں اس حال میں دیکھ کر کہا کہ میں اپنے پیر و مرشد کے پاس اس کی فریاد لے کر جاتا ہوں، اور کچھ پتا لگاتا ہوں، میں حضرت کے پاس پہنچا، سلام و دعا کے بعد میں نے سارے واقعات سے آگاہی دی حضرت نے نام پوچھا، حضرت نے ایک منٹ کے بعد فرمایا: وہ ہاف کرتے اور تہبند میں ہے اور گلے میں رومال لگائے ہے، ان شاء اللہ وہ کل گھر پہنچ جائے گا، یہ سن کر میں بہت خوش ہوا اور دوسرے دن جب ان کے گھر پہنچا تو واقعی وہ اپنے گھر پہنچ چکے تھے۔

کرامت (۲)

ایک بار حضرت ممبئی سے غازی پور رکسہاں شریف کے لیے نکلے، ساتھ میں شین الحق بھائی اور کئی ایک پیر بھائی بھی تھے، حضرت نے فرمایا: شین الحق! نورالدین اور نظام الدین موتی پور سے آرہے ہیں، دونوں لوگوں سے ہماری ملاقات رکسہاں شریف کے چوراہے پر ہوگی۔ حضرت کے فرمانے کے مطابق ٹھیک ۲ر بجے دلدار نگر حضرت اترے اور ٹھیک رکسہاں شریف چوراہے پر ان لوگوں سے ملاقات ہوگئی۔

کرامت (۳)

حضرت ممبئی میں تھے، ہم کو خبر ہوئی کہ جمعرات کو خانقاہ میں پروگرام ہونے والا ہے، خبر ملتے ہی میں نظام الدین ماسٹر کو لے کر ممبئی روانہ ہوگیا، اور جمعرات کی شام کو ممبئی پہنچ

گیا، خانقاہ پہنچ کر حضرت کو سلام کیا، میری آواز سن کر حضرت مچل اٹھے، اور فرمانے لگے کہ نورالدین آگیا، شام کو پروگرام ہوا، پروگرام کے دوسرے دن حضرت نے فرمایا ہم کو کرناٹک لے چلو آنکھ کا علاج کرانا ہے۔ میں، ماسٹر نظام الدین صاحب اور یوسف بنگالی صاحب نے حضرت کو لے کر ممبئی سے کرناٹک کا سفر کیا، دورانِ سفر میں حضرت کی خدمت کرتا رہا، حضرت کو نیند آگئی، میں نے یوسف بھائی سے کہا: حضرت کو دیکھتے رہیے، بیدار ہوں گے تو مجھے خبر کر دینا، میں دھیرے سے جاکر سو گیا، میں جوں ہی لیٹا، حضرت نے یوسف بھائی سے کہا کہ مجھے چھوڑ کر وہ اوپر جاکر لیٹ گیا، میں فوراً نیچے آگیا۔ اور یوسف بھائی سے کہا کہ سونے کی حالت میں حضرت کو میرے جانے کا علم کیسے ہو گیا۔

کرامت (۴)

ایک سفر میں ہم لوگ حضرت کے ہمراہ سفر میں تھے، ہمارے پاس چالو ٹکٹ تھا اور ہم سلیپر میں تھے، اچانک ٹی۔ سی۔ آگیا اور ہم سب اسے دیکھ کر ڈر گئے کہ یہ ہمیں پکڑ لیں گے اور پنالٹی ماریں گے، ٹی۔ سی۔ نے آکر ہم لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ ہم نے بتایا کہ ہمارے پیر صاحب ہیں، ہم انھیں علاج کے لیے لے جارہے ہیں، یہ سن کر وہ مسکرانے لگے اور حضرت کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور دعائیں لیتے ہوئے واپس چلے گئے۔

ہدیہ تشکر و امتنان

اے میرے خدائے رحیم! اے میرے رب کریم! آج میرا قلب نازک جذبات مسرت سے سرشار ہے۔ یہ اس لیے کہ تیری شانِ رحمت نے اسے اپنے الطاف بے پایاں سے نوازا ہے کہ علما کے دلوں میں اس ناچیز کی محبت ڈال کر مجھ پر احسان عظیم فرمایا اور مجھ حقیر کو خدمت دین کا موقع فراہم کیا۔

اپنے محسن و مربی کی ماضی کی شاندار روایات کو یاد رکھنا اور ان کے محاسن کو بیان کرتے رہنا قدیم سے قوموں کا محبوب ترین مشغلہ رہا ہے۔

اسی جذبہ صادق کے تحت مرشد برحق سیدنا شاہ صوفی محمد ایوب شریف القادری قدس سرہ (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء - ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء) کی حیات و خدمات سے تحریری و تقریری اور زبانی روایات کے ذریعے آنے والی نسلوں کو آگاہ کرنا اور ان کی مذہبی، علمی، عملی، تبلیغی، تعمیری، تصنیفی، تنظیمی، روحانی خدمات اور کشف و کرامت اور ادائیگی فرض و سنت سے لبریز شب و روز کی داستان بیان کرنا ہمارا اولین مشن رہا ہے۔ تاکہ ہماری آنے والی نسلیں اپنی روایات سے آگاہ ہو کر فخر محسوس کر سکیں۔

اس سلسلے میں علمائے جامعہ اشرفیہ مبارک پور، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی اور دیگر معزز علمائے کرام کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے اس اہم اور عظیم کام کی تکمیل میں مجھے اپنے قیمتی اوقات اور مفید مشوروں سے مستفید فرمایا۔

مولائے کریم ان اس مخلصانہ خدمت پر انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا خادم

شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ / ۳ جنوری ۲۰۲۱ء

بروز پیر صبح گیارہ بجے

Published By:

Majlis-e-Ayyubi

Pipra Kanak, Kushinagar, UP